

العروة فی مناسک الحج و العمرة

فتاویٰ حج و عمرہ

(حصہ چہارم)

تالیف

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، بیٹھار، کراچی، فون: 2439799

نام کتاب : العروة فی مناسک الحج و العمرة
"فتاویٰ حج و عمرہ"

تصنیف : حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

من اشاعت : ذیقعدہ 1429ھ - نومبر 2008ء

تعداد اشاعت : 2800

ناشر : جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، بیٹھار، کراچی، فون: 2439799

خوشخبری نیہ رسالہ website: www.ishaateislam.net

پر موجود ہے۔

اطلاع

تمام قارئین اور ممبران کو مطلع کیا جاتا ہے کہ ادارے کے ماتحت سن 2009ء کی ممبر شپ کے لئے ماہ اکتوبر کی کتاب میں فارم شائع ہو چکا ہے، اب آپ کی سہولت کے لئے ماہ نومبر میں دوبارہ فارم شائع کیا جا رہا ہے لہذا تمام قارئین اور ممبران سے جو کہ سن 2009ء کے لئے ممبر شپ حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ کتاب کے آخر میں دیئے فارم کو جلد از جلد بر کر کے ادارے کے ایڈریس پر روانہ کر دیں۔ تاخیر کی صورت میں ممبر شپ کا حصول دشوار ہوگا۔

فہرست مضامین

تبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
☆	ڈش لفظ	۶
۱۔	حج یا عمرہ کی نیت کے بغیر مکہ مکرمہ آنے والے کا حکم	۹
۲۔	حرم یا محل میں رہنے والے کا آفاق سے قرآن کی نیت کرنا	۱۳
۳۔	قارن اگر عمرہ ترک کر کے صرف حج کے ارکان ادا کر لے تو اس کا حکم	۱۶
۴۔	مکہ سے طائف گھومنے کی غرض سے جانے والوں کے احرام کا حکم	۲۲
۵۔	حج یا عمرہ کا ارادہ رکھنے والا حرم کب کہلائے گا؟	۳۱
۶۔	زخم پر پٹی باندھنے والے حرم کا حکم	۳۳
۷۔	حالیہ احرام میں نماز کے لئے ٹوپی پہننے والے کا حکم	۳۵
۸۔	حالیہ احرام میں خوشبو وار صابن استعمال کرنے کا حکم	۳۷
۹۔	آفاق سے حج کا احرام باندھنے والے متمتع کے لئے طواف قدوم کا حکم	۴۰
۱۰۔	دوران طواف وسعی قصیدہ ہرودیا حمد و نعت پڑھنا	۴۳
۱۱۔	دوران طواف بلند آواز سے دعائیں مانگنا	۴۶
۱۲۔	حالیہ طواف میں نماز کی طرح ہاتھ باندھنا	۵۱
۱۳۔	دوران طواف سینہ یا پیٹھ کعبہ کی طرف کرنے کا حکم	۵۳

۱۴۔	عمرہ کا احرام باندھ کر آنے والا اور طواف تحیۃ المسجد	۵۵
۱۵۔	طواف کے پھیروں میں شک واقع ہونے پر کیا کرے؟	۵۷
۱۶۔	دوران طواف چیل وغیرہ پہننے کا حکم	۶۲
۱۷۔	چھت سے طواف کا حکم	۶۳
۱۸۔	طواف کعبہ اور بے پردگی یا ستر عورت	۶۷
۱۹۔	سعی کے چکروں میں تفریق کا حکم	۷۸
۲۰۔	قارن اگر عمرہ کی سعی نہ کر سکے تو اس کا حکم	۸۰
۲۱۔	آب زم زم کس نیت سے پیا جائے؟	۸۶
۲۲۔	سعی، وقوف عرفہ اور رمی و حلق میں نیت کا حکم	۹۱
۲۳۔	حلق کے وقت خوشبو والے صابن یا شیپو کا استعمال	۹۳
۲۴۔	حلق میں سر کے کچھ بال رہ جانے کا حکم	۹۶
۲۵۔	عورت کے بال تقصیر کے قابل نہ ہوں تو احرام سے کیسے نکلے؟	۹۹
۲۶۔	عمرہ میں بغیر طواف کئے سعی و حلق کروانے والے کا حکم	۱۰۹
۲۷۔	نا پاک جگہ سے کنکریاں اٹھانا	۱۱۲
۲۸۔	جمرات سے کنکریاں اٹھانا مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟	۱۱۳
۲۹۔	کنکریوں کو دھونا کیسا ہے؟	۱۱۶
۳۰۔	حیرہ ذوالحجہ کو رمی کا وقت	۱۱۸
۳۱۔	رمی کے وقت طہارت کا حکم	۱۲۰
۳۲۔	نا بالغ پر دم شکر لازم ہے نہ دم جبر	۱۲۰
۳۳۔	حج میں قربانی کے لئے ٹوکن خریدنا	۱۲۲

پیش لفظ

اسلام کے ارکان خمسہ میں سے توحید و رسالت کے اقرار و تصدیق کے بعد ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ اگر وہ عاقل و بالغ ہے تو نماز، ہجگاہ، صوم، رمضان اور ادائیگی زکوٰۃ کے ساتھ ساتھ اگر استطاعت رکھتا ہو تو حج بیت اللہ سے بھی ضرور مشرف ہو، قرآن وحدیث اہمیت و فضیلت حج و عمرہ سے مالا مال ہیں، چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان عالیشان ہے:

﴿وَاللّٰهُ عَلٰی النَّاسِ جَبَّارٌ ۝۱۰۱ جَعَلَ الْبَيْتَ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۝۱۰۲﴾ (آل عمران ۹۷/۳)

ترجمہ: اور اللہ کے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے جو اس تک پہنچ سکے۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”حج و عمرہ محتاجی اور گناہوں کو ایسے دور کرتے ہیں جیسے بھٹی لوہے اور

چاندی اور سونے کے میل کو دور کرتی ہے اور حج مبرور کا ثواب جنت

ہی ہے۔ (ترمذی)

اس فضیلت کے ساتھ حج و عمرہ کے دیگر فضائل بھی حاصل ہوں گے جب باطنی شرائط و آداب کے ساتھ ساتھ ظاہری مسائل و احکامات کی معلومات حاصل کرنے کے بعد ان کی رعایت و بجا آوری بھی کی جائے وگرنہ اس کے برعکس اگر فقط فضائل پر ہی نگاہ رہی اور جان بوجھ کر یا جہالت و لاعلمی کی بنا پر مسائل حج و عمرہ سے اغماض و لاپرواہی برتی گئی تو فضائل سے محرومی ایک منطقی امر ہے۔

حج کے علاوہ دیگر فرائض میں مثلاً نماز ایک ایسا فرض ہے کہ روزانہ پانچ وقت اس کی ادائیگی کی جاتی ہے، روزے بھی اگرچہ سال میں ایک مرتبہ ہی آتے تو ہر سال ہیں اور زکوٰۃ بھی امراء پر تقریباً ہر سال فرض ہو جاتی ہے، اس لئے ان عبادات کے متعلق مسائل

۳۳۔	اناج و غیرہ میں صدقہ کی جگہ قیمت ادا کرنے کے بارے میں سوال	۱۲۴
۳۵۔	صدقہ و حرم میں ادا کرنا ضروری نہیں	۱۲۵
۳۶۔	حنفی و شافعی مذہب میں متمتع کا حج سے قبل عمرے کرنا	۱۲۶
۳۷۔	حج کے بعد کسی کام سے مدینہ طیبہ جانے والے گروپ لیڈر کے لئے طواف و داع کا حکم	۱۲۹
۳۸۔	جل کی طرف نکلنے والے آفاقی کے لئے طواف و داع	۱۳۲
۳۹۔	حج کی سعی کے بغیر مدینہ طیبہ جانا اور واپس آ کر عمرہ کرنا	۱۳۴
۴۰۔	حج کی سعی کے بغیر مدینہ طیبہ جانے کا حکم	۱۳۶
۴۱۔	خلافہ قانون چھپ کر رہنے والوں کی نماز کا حکم	۱۳۸
۴۲۔	مواجد اقدس پر ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا	۱۳۹
۴۳۔	مواجد اقدس پر حاضری اور تحیۃ المسجد	۱۴۸

سے قدرے آگاہی اور پھر ان کی یاد دہانی رہتی ہے جب کہ مسائل کے مسائل درپیش ہونے کی وجہ سے لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد حج و عمرہ کی ادائیگی سے محروم ہی رہتی ہے اور امراء میں سے بھی قلیل تعداد میں لوگ حج و عمرہ سے مشرف ہوتے ہیں ایسے میں حج و عمرہ کے مسائل سے لاعلمی ایک بدیہی بات ہے، لیکن اگر یہ لوگ مسائل سے ناواقف و جہالت کی بناء پر اپنے حج و عمرہ کو بے باکر بیٹھیں تو یقیناً ایک بہت بڑا نقصان و خسارہ ہوگا۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ہر دور میں تغیر حالات و زمان کی وجہ سے نئے نئے مسائل کا حدوث ہوتا رہتا ہے جس کے حل کے لئے اس دور کے جلیل القدر علماء و مفتیان کرام اپنے فرض منصبی کی بجا آوری کرتے ہوئے لوگوں کے مسائل و فتاویٰ کے جوابات دیتے رہے ہیں اور مناسک حج و عمرہ کے موضوع پر علمی و تحقیقی کتابیں تصنیف فرماتے رہے ہیں، آج کے دور علمی انحطاط پذیری کا دور ہے، جس کی وجہ سے عوام و خواص حج و عمرہ کے مسائل میں واضح خطاؤں کے مرتکب نظر آتے ہیں چنانچہ ضروری تھا کہ عوام و خواص کو مسائل بالذلائل سے آگاہی کے لئے کوئی علمی تحریر ہو، جس کا مطالعہ کر کے لوگ اپنے حج و عمرہ کو خراب ہونے سے بچاسکیں۔

الحمد للہ عز و جل جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان کے زیر اہتمام دارالافتاء کی زعنت، عالم باعمل حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی دامت برکاتہم العالیہ نے مسائل و حج و عمرہ کے متعلق جو تحریری جوابات عطا فرمائے، ان کا ایک حسین گلدستہ بنام ”الْعُرْوَةُ فِي مَنَاسِكَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ“ (فتاویٰ حج و عمرہ) عوام و خواص کی خدمت میں پیش ہے، اس کے علاوہ مختلف مسائل پر مختلف اوقات میں لکھے گئے آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ ”انفع الوسائل الى معرفة المسائل بالذلائل“ کما م سے عنقریب منظر عام پر آنے والا ہے۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ) قبلہ مفتی صاحب کو قدرت نے تحقیق نظری کے ملکہ اور تھقلہ سے خوب خوب نوازا ہے، جس مسئلہ پر قلم اٹھاتے ہیں و لائل کے انبار لگا دیتے ہیں، ہر ہر مسئلے پر بیسیوں حوالہ

جات آپ کے استحضار علمی کا پتا دیتے ہیں جو ایک طرف مسائل کے لئے اطمینان قلبی کا سبب واقع ہوتے ہیں اور دوسری جانب خواص کے لئے نہایت نظری کا باعث بنتے ہیں۔ کتاب ہذا کے تین حصے گزشتہ سال شائع کئے گئے تھے جنہیں بعد میں یکجا کر کے خوبصورت انداز میں عوام کی سہولت کے لئے شائع کیا گیا، الحمد للہ جمعیت اشاعت اہلسنت اب اس کے چوتھے حصے کو اپنے مفت سلسلہ اشاعت کے 175 ویں نمبر پر شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہی ہے۔ ان تمام حصوں کی ترتیب و تہوہیب کی ذمہ داری حضرت علامہ مولانا محمد عرفان ضیائی صاحب مدظلہ العالی نے باحسن و خوبی نبھائی ہے، اللہ تعالیٰ اس خدمت دین کے صدقے ان کی علم و عمل میں برکت عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ اراکین و ادارہ کی اس سعی کو قبول فرمائے اور آخرت کی نجات کا سامان بنائے اور ہر خاص و عام کو اس سے نفع حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

محمد عمران نافع القادری

مدرس جامعہ النور، نور مسجد، شہادہ، کراچی

حج یا عمرہ کی نیت کے بغیر مکہ مکرمہ آنے والے کا حکم

استفتاء کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے گروپ میں ہم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ شلوار پہنے بیٹھا تھا جب کہ ہم آج ہی کراچی سے مکہ مکرمہ پہنچے ہیں اور کسی نے ابھی تک عمرہ بھی ادا نہیں کیا وہ بھی احرام کی چادریں پہن کر ہمارے ساتھ آیا تھا، ہم نے اُسے کہا کہ تو نے ملے ہوئے کپڑے پہن لئے ہیں تجھ پر دم لازم آجائے گا تو اس نے کہا میں نے کراچی سے آتے ہوئے احرام کی نیت نہیں کی تھی تو مجھ پر دم کیسے آئے گا؟ تو حضرت اس صورت میں شرع مطہر کی روشنی میں اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(السائل: محمد سبحان ولد ابو بکر، لیبیک حج گروپ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: شرع مطہر نے حرم کے گرد ایک دائرہ مقرر فرمایا ہے جسے میقات کہا جاتا ہے اور اس دائرے پر پانچ مقامات کو متعین کیا ہے اور وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ قَرْنُ الْمَنَازِل (یہ مکہ مکرمہ سے تقریباً ۸۰ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے) جسے اب ”السيل الكبير“ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے یہ ان لوگوں کی میقات ہے جو نجد میں رہتے ہیں یا جو اس راستے سے گزریں۔

۲۔ ذَاتِ عَرَق (یہ مکہ مکرمہ سے تقریباً ۹۰ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے) یہ عراق والوں اور اس راستے سے گزرنے والوں کی میقات ہے۔

۳۔ يَلْمَلَم (یہ مکہ مکرمہ سے تقریباً ۳۰ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے) جسے اب ”سعدیہ“ سے موسوم کیا جاتا ہے، یہ یمن والوں کی اور جو اس راستے سے گزریں میقات ہے۔

۴۔ جُحْفَة (یہ مکہ مکرمہ سے تقریباً ۸۲ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے) ”رابع“ کے قریب ایک مقام ہے یہ مغرب، شام اور مصر سے آنے والوں اور اس راستے سے گزرنے والوں کی میقات ہے، چاہے آنے والے خشکی سے راستے میں آئیں یا سمندری

راستے سے یا ہوائی جہاز سے۔

۵۔ ذُو الْحُلَيْفَة (ایبیا رعلی مکہ مکرمہ سے تقریباً ۳۰ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے) جس کو اب ”ایبیا رعلی“ سے موسوم کیا جاتا ہے یہ مدینہ والوں اور اس راستے سے گزرنے والوں کی میقات ہے۔

نوٹ: موافقت خمسہ کی یہ تفصیل وزارت الحج مملکت سعودی عرب کی طرف سے شائع ہونے والے ایک پمفلٹ ”قریۃ حج عام احکامات“ کے ص ۵ پر مذکور ہے۔

اس دائرے سے باہر رہنے والے آفاقی کہلاتے ہیں، کوئی شخص بھی اس دائرے کے باہر سے مکہ مکرمہ یا حرم شریف کی حدود میں آنا چاہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ میقات سے احرام کے ساتھ گزرے۔ اور اگر وہ احرام نہیں باندھتا تو اس پر لازم ہے کہ وہ اپنی میقات پر جائے اور احرام باندھ کر آئے چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ بن عبد اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

من جاوز وقته غیر محرم ثم أحرم أو لا فعليه العود إلى وقت (۱)
یعنی، جو شخص میقات سے بغیر احرام کے گزر گیا، پھر اس نے احرام باندھ لیا نہ باندھا تو اس پر میقات کو لوٹنا لازم ہے۔

کیونکہ احرام کی میقات سے تاخیر کرنا حرام ہے، چنانچہ علامہ علاؤ الدین حسینی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

و حرّم تأخیر الإحرام عنها کیلھا لمن ای: لا فاقی قصّد دعوی
مکّة یعنی: المحرم ولو لحاجة غیر الحج (۲)

یعنی، احرام کو تمام موافقت سے مؤخر کرنا حرام ہے یعنی آفاقی کے لئے جو مکہ مکرمہ یعنی (حدود) حرم میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہو اگرچہ حج کے سوا کسی اور حاجت کے لئے۔

مذکور شخص جب میقات احرام کے بغیر مکہ مکرمہ آگیا تو اس پر لازم ہو گیا کہ وہ کسی بھی

۱۔ لیب المناسک (مع شرحه للقرنی)، باب المواقیت، فصل فی محالوة المیقات نحو إحرام ص ۹۱

۲۔ الدر المختل مع رد المحتل، المحلل (۳)، کتاب الحج، ص ۵۵۹-۵۵۶

میقات کو جائے اور وہاں سے احرام باندھ کر آئے پھر اگر وہ نہیں لوٹتا تو اس پر دم لازم ہوگا۔ چنانچہ مولانا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۲ھ لکھتے ہیں:

وإن لم يعد مطلقاً فعليه دم أي المحاوزة الوقت (۳)

یعنی، اگر مطلقاً میقات کو نہیں لوٹتا تو اس پر میقات سے (بغیر احرام کے)

گزرنے کی وجہ سے دم لازم ہے۔

اور یہ ضروری نہیں کہ جس میقات سے بغیر احرام کے گزرا تھا اسی میقات کو لوٹے، احرام کے لئے جس میقات کو بھی جائے کافی ہوگا، چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

فعليه العودة إلى ميقات منها وإن لم يكن ميقاته لم يحرم منه و
إلا فعليه دم (۱)

یعنی، اس پر مواقیت میں سے کسی میقات کو لوٹنا لازم ہے تاکہ وہاں سے وہ احرام باندھے اگرچہ وہ میقات نہ ہو (کہ جس سے بغیر احرام گزر کر آیا تھا) کو رنساں پر دم لازم ہوگا۔

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

قالمراد أي ميقات كان سواء كان ميقاته الذي حاوزه غير محرم
أو غيره، أقرب أو أبعد، لأنهما كلهما في حق المحرم سواء
الأولى أن يحرم من وقته "بحر" (۵) عن "المحيط" (۶)

یعنی، تو مراد یہ ہے کہ جو بھی میقات ہو، چاہے وہی میقات ہو کہ جس

۳۔ المسالك المستقط في المناسك المترابط باب المواقيت فصل في محاوزة الميقات بغیر
إحرام، ص ۹۵

۴۔ رد المحتل على الدر المختل، المجلد (۳)، کتاب الحج، مطلب في المواقيت
ص ۵۵۹-۵۵۶

۵۔ البحر الرائق، المجلد (۳)، کتاب الحج، باب محاوزة الميقات بغیر إحرام، ص ۵۲

۶۔ رد المحتل، باب الحائض، مطلب لا يجب التمسك بكسر الآلات الظهور، ص ۶۰

سے گزر کر آیا تھا یا اس کی غیر، زیادہ قریب یا زیادہ دور ہو کیونکہ حرم کے حق میں سب برابر ہیں، بہتر ہے کہ اسی میقات سے احرام باندھے۔

یاد رہے کہ بغیر احرام کے مکہ مکرمہ آنے والا شخص واپس جا کر کسی میقات سے عمرہ یا حج کا احرام باندھ کر آ جاتا ہے تو اس سے بغیر احرام کے میقات سے گزر کر آنے کی وجہ سے لازم آنے والا دم ساقط ہو جائے گا مگر میقات سے بغیر احرام کے گزرنے کا گناہ برقرار رہے گا کہ فقہاء کرام نے میقات سے بغیر احرام مکہ یا حرم آنا حرام لکھا ہے اور اس حرام کا ارتکاب اس نے کر لیا اس لئے اسے جی تو پہ کرنا لازم ہوگی۔

مگر کوئی اس غلط فہمی میں نہ رہے کہ فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ بغیر احرام کے مکہ یا حرم آنا ممنوع ہے۔ تو یہ اس کے لئے ہے جو مکہ عمرہ یا حج کے ارادے سے آئے اور جو حج یا عمرہ کا ارادہ نہ رکھتا ہو اس پر میقات کو لوٹنا اور وہاں سے احرام کے ساتھ آنا اور ایسا نہ کرنے کی صورت میں دم وغیرہ کچھ بھی لازم نہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے جو شخص بھی مکہ یا حرم کے ارادے سے میقات سے گزرتا ہے تو شرعاً اس پر حج و عمرہ دونوں میں سے ایک عبادت لازم ہو جاتی ہے چاہے وہ خود حج یا عمرہ کا ارادہ نہ رکھتا ہو چنانچہ محمد دوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۲ھ لکھتے ہیں:

اگر آفاقی عبور کنندہ این مواقیت نہ کورہ دارادہ داشته باشد دخول مکہ یا
دخول ارض حرم را واجب گرد و بروی ادائے أحد الفسکین اعنی حج یا عمرہ
یعنی، آفاقی اگر مواقیت نہ کورہ سے گزرے اور وہ مکہ مکرمہ یا سرزمین حرم
میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہو تو اس پر دو ٹسک یعنی حج یا عمرہ میں سے
ایک (عبادت) واجب ہو جاتی ہے۔

اس لئے حج و عمرہ دونوں میں سے کسی ایک کا احرام باندھنا بھی واجب ہو جاتا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

واجب شود بروی احرام برائے آن (۷)

۷۔ حيلة القلوب في زيارة المشجوب باب اول در بیان إحرام فصل دوم در بیان مواقیت توج
اول، ص ۵۸

یعنی، اور اس پر اس (یعنی حج یا عمرہ) کے لئے (میقات سے) احرام باندھنا واجب ہو جاتا ہے۔

پھر وہ میقات کو لوٹے بغیر احرام باندھے یا نہ باندھے ہم ہر صورت اس پر لازم رہے گا، چنانچہ علامہ شمس الدین ترمذی حنفی لکھتے ہیں:

و جاوزَ وقتَه ثُمَّ أَحْرَمَ لَزِمَهُ دَمٌ، كما إذا لم يُحْرَمِ (۸)

یعنی، اپنی میقات سے بغیر احرام کے گزرا پھر احرام باندھا تو اس کو دم لازم ہوگا جیسا کہ جب احرام نہ باندھے (تو اس کو دم لازم ہو جاتا ہے)۔

مقویٰ دم کی ایک ہی صورت ہے کہ وہ میقات کو لوٹے اور احرام باندھ کر آئے جیسا کہ مندرجہ بالا طور میں ہے۔

لہذا صورتِ مسئلہ میں مذکور شخص کو احرام باندھنے کے لئے میقات لوٹنا اور وہاں سے احرام باندھنا لازم ہوگا اور نہ لوٹنے کی صورت میں دم دینا ہوگا اور تو یہ ہر صورت کرنی ہوگی۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الثلاثاء ۲۴ ذی القعدة ۱۴۲۸ھ، ۴ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 01-F)

حرم یا حِل میں رہنے والے کا آفاق سے قرآن کی نیت کرنا

استفتاء کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حرم یا حِل کا رہنے والا اگر کسی کام کی غرض سے میقات سے باہر مثلاً مدینہ منورہ چلا جاتا ہے وہاں سے حج و عمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھ کر آ جائے اور پھر حج میں عمرہ ادا کرے تو اس کا قرآن بلا کراہت درست ہو جائے گا یا نہیں؟

(السائل:-)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: صورتِ مسئلہ میں کمی یا جو کمی کے حکم میں ہے اگر کسی کام کی غرض سے آفاق چلا جائے اور وہاں سے حج و عمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھ کر آ

۸۔ تنویر الأبصار مع شرحہ للحصکفی، کتاب الحج، باب الحظایط، المحل (۳)، ص ۷۰۵

جائے تو وہ قارن ہو جائے گا کیونکہ جب وہ کسی کام سے آفاق گیا تو حکماً آفاق ہو گیا اور آفاق ہونا قرآن کی شرائط صحت میں سے ایک شرط ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبد اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و السادس أن يكون آفاقاً ولو حكماً (۹)

یعنی، قرآن کی چھٹی شرط یہ ہے کہ وہ آفاق ہو اگرچہ حکماً آفاق ہو۔

اور آفاق کی یہ شرط قرآن مسنون کی ہی شرط ہے چنانچہ علامہ علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۳ھ لکھتے ہیں:

أن اشتراط الآفاق إنما هو للقرآن المسمون لا لصحة عقد

الحج والعمرة (۱۰)

یعنی، آفاق کی شرط صرف قرآن مسنون کے لئے ہے نہ کہ صحت عقد حج و عمرہ کے لئے۔

اور امام شمس الدین محمد سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

وقد بينا أن المكي إذا خرج من الميقات ثم قرأ تحية و عمرة

كان قارئاً (۱۱)

یعنی، ہم نے بیان کر دیا کہ مکی جب میقات سے نکلا پھر اس نے حج و عمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھا تو وہ قارئین ہو جائے گا۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۴۵۲ھ لکھتے ہیں:

ثم رأيت مثل ذلك أيضاً في "كافي الحاكم" (۱۲) الذي هو

جمع كتب ظاهر الرواية، نصه: وإذا خرج المكي إلى الكوفة

لحاجة فاعتمر فيها من عاميه وحج لم يكن متمتعاً، وإن قرأ

۹۔ أبواب المناسك (مع شرحه للقلوي)، باب القرآن، فصل في شرائط صحة القرآن، ص ۲۸۶

۱۰۔ المناسك المتقسط في المناسك المتوسط، باب القرآن، فصل في شرائط صحة القرآن، ص ۲۸۶

۱۱۔ المبسوط للمرحسي، كتاب المناسك، باب الجمع بين الإحرامين، ۲/ ۱۷۰

۱۲۔ انظر: ۳ المبسوط، كتاب المناسك، باب المواقيت، ۴/ ۱۶

من الكوفة كان قارئاً اهـ ونقله في "الحوجرة" معلاً مؤضحاً
قراجمها (۱۲)

یعنی، پھر میں اس کی مثل امام حاکم شریف کی کتاب "کافی" میں بھی دیکھا کہ جس میں آپ نے ٹکپ ظاہر الروایت کو جمع فرمایا ہے اور اس کی تصریح فرمائی کہ جب تک کوفہ کو کسی کام سے نکلا پھر اس نے اسی سال کوفہ سے عمرہ (کا احرام باندھ کر عمرہ) کیا اور (اسی سال) حج کیا تو وہ متعین نہ ہوگا اور اگر کوفہ سے قرآن کیا تو قارئین ہو جائے گا اور اسے (علامہ ابو بکر بن علی حدادی حنفی متوفی ۸۰۰ھ نے اپنی کتاب "جوہرۃ المیرۃ" (۱۴) میں علت بیان کرتے اور واضح کرتے ہوئے نقل کیا پس تجھے چاہئے کہ تو وہاں مراجعت کرے۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

فلا قرآن للمکي (أي الحقيقي) إلا إذا عرج إلى الآفاق قبل أشهر الحج، قيل: ولو فيها فيصبح منه القرآن لصيرورته آفاقياً
حکماً (۱۵)

یعنی، یہی حقیقی کے لئے قرآن نہیں مگر جب وہ اشہر حج سے قبل آفاق کو گیا، کہا گیا کہ اگرچہ اشہر حج میں نکلا تو اس کے حکماً آفاق ہونے کی وجہ سے اس کا قرآن درست ہو جائے گا۔

کیونکہ وہ آفاق جانے کی وجہ سے آفاق کے حکم میں ہو گیا تو اس کا قرآن درست ہو گیا یہ اسی طرح ہے جیسے آفاق مکہ آیا اور حکماً اہل مکہ سے ہو گیا چنانچہ مؤلف علی قاری لکھتے ہیں:

۱۳۔ رد المحتار علی الدر المختار، المجلد (۳)، کتاب (۵) الحج، باب (۲) التمتع، ص ۶۴۷-۶۴۸

۱۴۔ الحوجرة النيرة، المجلد (۱)، کتاب الحج، باب التمتع، ص ۲۱۴-۲۱۵

۱۵۔ لب لب مناسک (مع شرحه للقلی)، باب القران، فصل فی شرائط صحة القران، ۲۸۶

كما أنه لا يجوز القرآن للآفاقي إذا دخل مكة و صار من أهلها
حکماً (۱۶)

یعنی، جیسا کہ آفاقی کے لئے قرآن جائز نہیں جب مکہ داخل ہو کر حکماً اہل مکہ میں سے ہو گیا۔

تو اسے قرآن کے لئے آفاق جانا ضروری ہے ورنہ حکماً مکہ ہونے کی وجہ سے حقیقی کی طرح وہ بھی قرآن نہیں کرے گا اور اگر کرے گا تو اس کا قرآن مسنون نہ ہوگا اور سنت کی مخالفت کی وجہ سے اسامت (برا) کرنے والا ہوگا اور قرآن منعقد ہونے کی وجہ سے اسے دم دینا ہوگا اور وہ دم شکر نہ ہوگا بلکہ دم جبر ہوگا کہ جس سے وہ نہیں کھا سکتا جیسا کہ اس کی تفصیل ٹکپ مناسک میں اور ہمارے "فتاویٰ" میں مذکور ہے۔

والله تعالى اعلم بالصواب

يوم الأربعاء ۳ ذی الحجة ۱۴۲۸ھ، ۱۲ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 12-F)

قارئین اگر عمرہ ترک کر کے صرف حج کے ارکان ادا کر لے تو اس کا حکم استفتاء کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص حج قرآن کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ پہنچا اور حاجی منیٰ روانہ ہو رہے تھے تو اس نے عمرہ ادا نہ کیا اور منیٰ روانہ ہو گیا یہاں تک کہ وہ عرفات گیا و توفیٰ عرفہ کیا، اب اس نے عمرہ ادا نہ کیا اس کے لئے اسے کیا کرنا ہوگا اور اس کا حج قرآن باقی رہا یا نہ رہا؟

(السائل محمد ابراہیم، لبیک حج گروپ O/L مولانا محمد یونس شاہ، کاروان ہاشمی، مکہ مکرمہ) باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: صورت مسئلہ میں اس نے عمرہ چھوڑ دیا جس کی وجہ سے اس کا قرآن باطل ہو گیا اور اس پر عمرہ کی قضا اور عمرہ چھوڑنے کا دم لازم ہوگا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ صحبت قرآن کی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ وہ توفیٰ عرفہ

سے قبل عمرہ کا کھل یا اکثر طواف کر لے چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ سندھی حنفی (۱۷) لکھتے ہیں اور ان سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین (۱۸) نقل کرتے ہیں:

الثالث ان يطوف للعمرة كله أو أكثره قبل الوقوف بعرفة (ای فی وقفہ)

یعنی، صحبت قرآن کی تیسری شرط یہ ہے کہ قارن وقوف عرفہ کے وقت میں وقوف کرتے سے قبل عمرہ کا پورا (یعنی سات چکر) یا اکثر (یعنی کم از کم چار چکر) طواف کر لے۔

اور وہ اس نے نہ کیا اس لئے وہ عمرہ کا چھوڑنے والا ہو گیا چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی (۱۹) لکھتے ہیں اور ان سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی (۲۰) نقل کرتے ہیں:

قلو لم يطف لها حتى وقفت بعرفة بعد الزوال لو تفعت (و فی الباب: لو تفضت) عمرته

یعنی، پس اس نے اگر عمرہ کا طواف نہ کیا یہاں تک کہ زوال کے بعد وقوف عرفہ کر لیا تو اس کا عمرہ چھوٹ گیا۔

اگرچہ اس نے عمرہ چھوڑنے کی نیت نہ کی تھی تب بھی عمرہ چھوٹ گیا چنانچہ مؤا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

أي ولو من غير نية رفضه إياها (۲۱)

یعنی، اگرچہ اس کی خاص عمرہ کو چھوڑنے کی نیت نہ ہو۔

جب اس نے حج قرآن میں عمرہ کو چھوڑ دیا تو اس کا قرآن باطل ہو گیا چنانچہ علامہ رحمۃ

۱۷۔ ألبان المنسلک (مع شرحه للقلی)، باب القران، فصل فی شرائط صحته ص ۲۸۵

۱۸۔ رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الحج، باب القران، ۶۳۲/۳

۱۹۔ ألبان المنسلک (مع شرحه للقلی)، ص ۲۸۵

۲۰۔ رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الحج، باب القران، ۶۳۲/۳

۲۱۔ المنسلک المتقسط فی المنسلک المتوسط ص ۲۸۵

اللہ سندھی حنفی (۲۲) لکھتے ہیں اور ان سے علامہ شامی (۲۳) نقل کرتے ہیں:

و يطلّ قبراته

یعنی، اور اس کا قرآن باطل ہو گیا۔

اور قرآن کا بطلان عمرہ کے بطلان کی وجہ سے ہوا کیونکہ جب اس نے عمرہ چھوڑ دیا تو اب عمرہ کی ادائیگی محض رہو گئی اس لئے اگر وہ وقوف عرفہ کے بعد عمرہ کرے گا تو وہ افعال عمرہ کی افعال حج پر بنا کرے گا اور یہ مشروع نہیں ہے، چنانچہ علامہ علاؤ الدین حنفی متوفی ۸۸۸ھ لکھتے ہیں:

فإن وقف القارن بعرفة قبل أكثر طواف العمرة بطلت (۲۴)

یعنی، پس اگر قارن نے عمرہ کے اکثر طواف سے قبل وقوف عرفہ کر لیا تو اس کا عمرہ باطل ہو گیا۔

اس کے تحت علامہ شامی لکھتے ہیں:

لأنه تعلّق عليه أداؤه، لأنه يصير بانياً أفعال العمرة على أفعال

الحج، و فذلك بخلاف المشروع (۲۵)

یعنی، کیونکہ (وقوف عرفہ کے بعد) اس پر عمرہ کی ادائیگی محض رہو گئی کیونکہ (اگر وقوف کے بعد عمرہ ادا کرنا ہے تو) وہ افعال حج پر افعال عمرہ کی بنا کرنے والا ہو جائے گا جو کہ مشروع و صحیح قرآن کے خلاف ہے۔

اور اس صورت میں اس سے دم قرآن ساقط ہو جائے گا جو کہ دم شکر ہے چنانچہ علامہ

رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

و سقط عنه دمہ

۲۲۔ ألبان المنسلک (مع شرحه للقلی)، ص ۲۸۵

۲۳۔ رد المحتار، ۶۳۲/۳

۲۴۔ الدر المختار، ۶۳۹/۳

۲۵۔ رد المحتار علی الدر المختار، المجلد (۳)، کتاب الحج، باب (۱) القران، ص ۶۳۹

اور اس کے تحت مولا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

أي دم القران للشكر المترتب على نعمة الجمع من أداء
التسكين (۲۶)

یعنی، اس سے دم قرآن ساقط ہو جائے گا جو شکرانے کے طور پر اس نعمت
پر مترتب ہے جو اسے تسکین عمرہ حج کے مابین جمع کرنے پر حاصل ہوئی۔
اور علامہ علاؤ الدین حسکی لکھتے ہیں:

و سقط دم القران، لأنه لم يوفق للتسكين (۲۷)

یعنی، اور دم قرآن ساقط ہو گیا کیونکہ وہ تسکین عمرہ حج کے مابین جمع نہ
کر پایا (کیونکہ اس نے اپنے عمرہ کو باطل کر دیا تو وہ قارن نہ رہا)۔

اور جو عمرہ اس نے چھوڑا اس کی قضاء اور عمرہ چھوڑنے کا دم اس پر لازم ہوا، چنانچہ مولا
علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

ثم إذا ارتفعت عمرته فعليه دم لرفضها وقضاؤها بعد أيام
التشريق (۲۸)

یعنی، پھر جب اس کا عمرہ چھوٹ گیا تو اس پر عمرہ چھوڑنے کا دم اور اس
کی ایام تشریق کے بعد قضاء لازم آئی۔

اور علامہ علاؤ الدین حسکی لکھتے ہیں:

و قضيت بمشروجه فيها

اور اس کے تحت علامہ شامی لکھتے ہیں:

أي بعد أيام التشريق (۲۹)

۲۶۔ المسلك المتقسط في المناسك المتوسطة ص ۲۸۵

۲۷۔ الدر المختار، كتاب الحج، باب القران، ۶۴/۳

۲۸۔ المسلك المتقسط في المناسك المتوسطة ص ۲۸۵

۲۹۔ رد المحتار على الدر المختار: ۶۲۹/۳ - ۶۴۰

یعنی، اور (احرام و نیت سے) عمرہ میں شروع ہونے کی وجہ سے اسے
ایام تشریق کے بعد قضاء کیا جائے گا۔

و وَحَبَّ دَمُ الرِّقْضِ لِلْعُمْرَةِ (الدر المختار) لأن كل من تحلل

بغير طواف يحب عليه دم كالمحصر "بحر" (۳۰)

یعنی، اس پر عمرہ چھوڑنے کا دم لازم ہوگا کیونکہ وہ شخص جو عمرہ کا طواف
کئے بغیر اس کے احرام سے فارغ ہو جائے اس پر عمرہ کی مانند دم لازم
آتا ہے۔ "بحر" (۳۱)

اور اگر وہ وقوف عرفہ سے قبل طواف عمرہ کے اکثر پھرے دے لیتا تو عمرہ کو چھوڑنے
والا نہ ہوتا چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

ولو طواف أكثره ثم وقف

اور اس کے تحت مولا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

لم يصور اقصا بالوقوف لأنه أتى بالأكثر، فبقى قلنا (۳۲)

یعنی، اور اگر وہ عمرہ کا اکثر طواف کر لیتا پھر وقوف عرفہ کرتا تو وقوف کے
سبب عمرہ کو چھوڑنے والا نہ ہوتا اور وہ قارن باقی رہتا۔

اور اس صورت میں طواف عمرہ کے باقی حصہ طواف زیارت سے قبل ادا کرنا چنانچہ
علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

و أنتم الباقي قبل طواف الزيارة (۳۳)

یعنی، اور باقی طواف زیارت سے قبل پورا کرے۔

اور اسی طرح "لباب" کے حوالے سے علامہ شامی نے بھی نقل کیا ہے۔ (۳۴)

۳۰۔ رد المحتار على الدر المختار: ۶۴۰/۳

۳۱۔ بحر الرائق، المجلد (۷)، كتاب الحج، باب القران تحت قوله: وإن لم يدخل مكة ص ۳۶۲

۳۲۔ المسلك المتقسط في المناسك المتوسطة ص ۲۸۵

۳۳۔ لبيب المناسك (مع شرحه للقلوي)، ص ۲۸۵

۳۴۔ رد المحتار: ۶۳۹/۳

طواف زیارت کی ادائیگی سے قبل طواف عمرہ کی تکمیل کے حکم کی وجہ بیان کرتے ہوئے
مولا علی قاری لکھتے ہیں:

لاستحقاقها في الدعة قبله، ولو كان الباقي من الأشواط واجبا
وهو دون الأقوى من طواف ركن الحج (۳۵)

یعنی، کیونکہ طواف عمرہ کے یہ پھیرے طواف زیارت سے قبل ذمے میں
واجب ہو چکے اگرچہ جو پھیرے بچے وہ واجب ہیں اور وہ حج کے رکن
طواف (یعنی طواف زیارت جو کہ اقویٰ تر ہے) سے (درجے میں) کم ہیں۔

اور اس صورت میں اُسے چاہئے تھا کہ وہ منیٰ جانے کی بجائے عمرہ کا طواف کر لیتا اور
قارن کے لئے طواف عمرہ کا وقت دس ذی الحجہ کے طلوع فجر تک ہوتا ہے، چنانچہ علامہ رحمۃ
اللہ سندھی اس قارن کے بارے میں لکھتے ہیں جو بغیر وضو کے وہ طواف اور وسعیں کر لے:

أعاد طواف العمرة قبل يوم المحر، ولا شيء عليه وإن لم يعد
حتى طلع فجر يوم المحر لزمه دم لطواف العمرة محلتاً وقد
فاته وقت القضاء وقال شرحه أي الإعادة لتكميل الأداء (۳۶)
یعنی، یوم نحر سے قبل طواف عمرہ کا اعادہ کرے اور اس پر کچھ نہیں اور اگر
اعادہ نہ کرے یہاں تک کہ یوم نحر کی فجر طلوع ہو جائے تو اُسے بے وضو
عمرہ کا طواف کرنے کا ذم لازم ہو گیا اور تکمیل اداء کے لئے اعادہ کا
وقت فوت ہو گیا۔

اور وقت کی کمی کے باعث اگر وہ طواف کے چار پھیرے کر لیتا ہے طواف قدوم کی نیت
سے کرتا یا نفل کی نیت سے تو اس کا فرض ادا ہو جاتا اور عمرہ باطل نہ ہوتا کیونکہ پھر اس پر طواف
کے کم پھیرے اور سعی باقی رہتی جو کہ عمرہ کے واجبات سے تھے نہ کہ فرائض سے، چنانچہ علامہ

۳۵۔ المسلك المنقسط في المسلك المتوسط، باب لقراء، فصل في شرائط صحة لقراء، ص ۲۸۵

۳۶۔ أبواب المسلك (مع شرحه للقلبي)، باب الحائيات، فصل في الحائيات في طواف العمرة،

علاء الدین حسکی لکھتے ہیں:

فلو أتى بأربعة أشواط ولو بقصد القدوم أو التطوع لم تبطل،
و يَتِمُّهَا يَوْمَ الْمَحْر (۳۷)

یعنی، پس اگر (طواف عمرہ کے) چار پھیرے کر لیتا اگرچہ طواف قدوم یا نفل
کی نیت سے تو عمرہ باطل نہ ہوتا اور اُسے دس ذی الحجہ کو (طواف زیارت
سے قبل) پورا کر لیتا۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین علامہ حسکی کی عبارت ”عمرہ باطل نہ ہوتا“ کے تحت
لکھتے ہیں:

لأنه أتى بركنها، ولم يبق إلا واجباتها من الأقل والسعي -
”بحر“ (۳۸)

یعنی، کیونکہ اس نے اس کا رکن ادا کر لیا (کہ طواف فرض میں کم از کم
چار پھیرے فرض ہیں) اور باقی نہ رہے مگر عمرہ کے واجبات وہ طواف
کے کم پھیرے اور سعی ہیں۔ ”بحر“ (۳۹)

طواف کے بقیہ کم پھیروں کا ذکر مندرجہ بالا طور میں مذکور ہے کہ انہیں طواف زیارت
سے قبل ادا کرے اور سعی غیر مؤقت ہے ایسی سعی کی سعی طواف زیارت کے بعد قربانی کے
ایام گزار کر کی جائے تو بھی درست ہو جاتی ہے اگرچہ خلاف سنت ہے۔

اور مذکور شخص عمرہ کو چھوڑنے والا اس وقت قرار پایا جب اس نے زوال کے بعد وقوف
عرفہ کیا اس سے قبل جب وہ منیٰ میں تھا یا عرفات میں، عمرہ کو چھوڑنے والا قرار نہیں دیا گیا،
چنانچہ مولا علی قاری لکھتے ہیں:

و هي ”الكافي“ للحاكم لا يصير رافضاً لعمرة حتى يقف بعد

۳۷۔ الدر المنصور، كتاب الحج، باب لقراء، ۶۳۹/۳

۳۸۔ رد المحتار على الدر المنصور، المسند (۳)، كتاب (۵) الحج، باب (۱) لقراء، ص ۶۳۹

۳۹۔ البحر الرائق، المسند (۲)، كتاب الحج، باب لقراء، ص ۳۶۲

الرواہ وقال ابن المہام: وهو حق لأن ما قبله ليس وقتاً للوقوف، فحلولة بها كحلولة بعمرها، وهي "السراج الوہاج" ولو وقف بعرفة قبل الزوال لا يكون راقضاً لأنه لا عبرة بهذا الوقوف، فمرجع إلى مكة ويطوف لعمرته، فلو لم يرجع حتى وقف (۴۰)

یعنی، امام حاکم شریف کی "کافی" میں ہے قارن اپنے عمرہ کو چھوڑنے والا نہ ہوگا یہاں تک کہ زوال کے بعد وقف عرفات کر لے اور امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن ہام نے فرمایا بھی حق ہے کیونکہ اس سے قبل وقف کا وقت نہیں ہے تو قارن کا وہاں ہونا عرفات کے غیر میں ہونے کی مانند ہے، اور "سراج الوہاج" میں ہے اگر زوال سے قبل وقف عرفات کیا تو وہ اپنے عمرہ کو چھوڑنے والا نہ ہوگا کیونکہ اس وقف کا کوئی اعتبار نہیں، تو وہ (اگر زوال سے قبل عرفات چلا گیا تو) مکہ لوٹ آئے اور اپنے عمرے کا طواف کرے (اور رفقہ عمرہ سے بچ جائے) پس اگر نہ لوٹا یہاں تک کہ (وقف کے وقت میں) وقف کر لیا (تو اس کا عمرہ چھوٹ گیا)۔

لہذا اُسے چاہئے تھا وقف عرفات سے پہلے پہلے مکہ آکر طواف عمرہ کر لیتا اس طرح وہ عمرہ کی قضاء، ذم اور گناہ کے ارتکاب سے بچ جاتا کیونکہ اس نے عمرہ کو جان بوجھ کر چھوڑا ہے اس لئے وہ گنہگار بھی ہوا جس کے لئے اسے عمرہ کی قضا اور ذم دینے کے ساتھ ساتھ توبہ بھی کرنی ہوگی۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الاحد ۱۴ ذی الحجة ۱۴۲۸ھ، ۲۳ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 27-F)

مکہ سے طائف گھومنے کی غرض سے جانے والوں کے احرام کا حکم

استفتاء۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم کل بروز جمعہ گھومنے کی غرض سے طائف گئے وہاں سے ہم نے فون کے ذریعے آپ سے معلوم کیا تو آپ نے بتایا کہ طائف میقات سے باہر ہے اسی طرح حضرت مولانا محمد عرفان صاحب غیبی نے سے وہاں سے احرام کا حکم معلوم کیا تو انہوں نے بھی فرمایا کہ عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ لوٹو کہ بلا احرام آنا جائز نہیں ہے، ہمارے کسی ساتھی نے ایک اور پاکستان سے شریف لائے ہوئے معروف خفی عالم سے فون پر پوچھا تو انہوں نے فرمایا سیر و تفریح کی غرض سے گئے ہو اس لئے احرام لازم نہیں، اس طرح ہم میں سے چند ساتھیوں نے احرام نہ باندھا بغیر احرام مکہ لوٹے، اب آپ سے گزارش ہے کہ شریعت مطہرہ کی روشنی میں ہمیں بتائیے کہ کس کا قول درست ہے اور جو بلا احرام مکہ لوٹے ان کے لئے کیا حکم ہے؟

(السائل: احمد بن محمد قتی، الفتاویٰ حج اینڈ عمرہ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: واضح رہے کہ طائف میقات سے باہر ہے اور اس جانب میقات "قرن المنى زل" ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے میقاتوں کا تعین خود فرمایا، اہل مدینہ کے لئے "زد الحديفة"، شام والوں کے لئے "نخعة"، اہل نجد کے لئے "قرن المنى زل" اور یمن والوں کے لئے "طهم"، اور یہ بھی ارشاد فرمایا یہ میقات مذکورہ مقامات کے لوگوں کے علاوہ ان کے لئے بھی ہیں جو کسی میقات سے گزر کر حج یا عمرہ کے لئے مکہ مکرمہ آئیں، اہل جو لوگ میقات کے اندر رحل میں رہتے ہیں ان کی میقات ان کے اپنے گھر ہیں، جب کہ مکہ میں مقیم لوگ مکہ ہی سے (حج کا) احرام باندھیں گے۔ (۴۱) جب کہ اہل عراق کا میقات "ذات عرق" ہے جس کا ذکر "صحیح مسلم" میں ہے۔

اور قرن سے مراد وہ پہاڑی ہے جو کسی بڑے پہاڑ کا حصہ ہو لیکن اس سے علیحدہ نظر آتی ہو، یہ اس کے آس پاس خلیج کے رہنے والوں اور ریاض و طائف کے راستے سے آنے والوں

کی میقات ہے، یہاں سے مکہ معظمہ کے لئے دو بڑے راستے ہیں، جن پر دو مسجدیں بنائی گئی ہیں جو ایک راستے پر ”سیل کبیر“ اور دوسرے پر ”وادی محرم“ کے نام سے موسوم ہیں۔

سیل کبیر، اس میقات پر ایک مسجد ”سیل کبیر“ کے نام سے موسوم ہے جو مسجد الحرام سے بجانب شمال مشرق اسی (۸۰) کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے اور یہاں سے طائف کا فاصلہ (۴۰) کلومیٹر ہے۔

وادی محرم: یہ مسجد بھی ”قرن المنازل“ کی میقات ہی سے معروف ہے یہ مسجد سیل کبیر کے جنوبی سمت میں واقع ہے ان دونوں مسجدوں کے درمیان تینتیس (۳۳) کلومیٹر کا فاصلہ ہے اور مسجد الحرام سے مکہ طائف روڈ پر چھتر (۷۶) کلومیٹر کے فاصلے پر ہے جب کہ طائف یہاں سے صرف دس (۱۰) کلومیٹر دور جاتا ہے، اسی طرح ”تاریخ مکہ“ (۱۱) میں ہے۔ جب کہ طلال بن العقیل نے ”سیل کبیر“ سے مکہ مکرمہ کا فاصلہ چھتر (۷۵) کلومیٹر ذکر کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں: قرن المنازل: یہ نجد والوں اور ان لوگوں کی میقات ہے جو اس راستے سے گزرتے ہیں اس کا موجودہ نام ”سیل کبیر“ ہے جو مکہ مکرمہ سے چھتر (۷۵) کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ (۷۳)

اور ابن باز نے صرف یہ لکھا کہ ”قرن المنازل“ جو اہل نجد کی میقات ہے جس کو آج کل ”سیل“ کہا جاتا ہے۔ (۷۴)

اور سعودی حکومت کے سلسلہ شادات للحاج والمعتمرین کے چوتھے رسالے میں ہے:

قرن المنازل تو يسمى ”السيول الكبير“ وهو ميقات أهل نجد و أهل الطائف ومن مر به من غيرهم و يبعد عن مكة المكرمة (۷۸ کم) تقريباً أو يحاذيه ”وادی محرم“ وهو أعلى قرن

۷۴۔ تاریخ مکہ مصنفہ ڈاکٹر ابلس عبدالنقی، ص ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸

۷۵۔ رسالے حج و عمرہ احرام ہونے کی جگہیں ص ۱۲

۷۶۔ حج و عمرہ اور منیٰ رات الحج، میقات کا بیان ص ۲۷

المنازل من جهة طريق الهدى الطائف و يبعد عن مكة المكرمة (۷۵ کم) تقريباً (۷۵)

یعنی قرن المنازل: اور اس کا نام ”سیل کبیر“ رکھا گیا ہے اور یہ اہل نجد اور اہل طائف کی اور جوان کے سوا یہاں سے ہو کر گزرے (سب) کی میقات ہے اور مکہ مکرمہ سے تقریباً ۸۷ کلومیٹر دور ہے اور اس کے محاذی ”وادی محرم“ ہے اور وہ ”قرن المنازل“ سے بلندی پر طائف کے طریق ہذا کی طرف سے ہے اور مکہ مکرمہ سے تقریباً ۷۵ کلومیٹر دور ہے۔

لہذا ثابت ہوا کہ طائف میقات سے باہر آفاق میں ہے نہ کہ میقات ہے یا میقات کے اندر ہے اور حرم مکہ کے ارادے سے طائف سے آنے والے اور طائف سے ہو کر گزرنے والے اگر ”سیل کبیر“ کے راستے سے آئیں تو ”سیل کبیر“ پر اور اگر ”طریق ہذا“ سے آئیں تو ”وادی محرم“ پر اسے احرام باندھنا لازم ہو گا چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۰ھ، ۹۹۶/۹۹۷ھ لکھتے ہیں:

حکمتها وجوب الإحرام منها لأحد المسكين و تحریم تأخيرها عنها لمن أراد دخول مكة أو الحرم و إن كان لقصد التحلة أو غيرها و لم يرد نسكاً (۷۶)

یعنی، میقات کا حکم یہ ہے کہ ان سے حج یا عمرہ کا احرام باندھنا واجب اور احرام کو ان سے مؤخر کرنا حرام ہے ہر اس شخص کو جو مکہ معظمہ یا حرم میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہو اگرچہ تجارت وغیرہ کی غرض سے (حدود حرم میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہو) اور اس نے حج کا ارادہ نہ کیا ہو۔

اور مکہ یا حرم آنے کے ارادے سے میقات سے گزرنے والے پر احرام کے وجوب پر اجماع ہے چنانچہ علامہ علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۳ھ لکھتے ہیں:

۷۷۔ صفة الحج والعمرة مع أهمية مستحذات، المواقف، ص ۱۲، ۱۳

۷۸۔ لب لباسك (مع شرحه لفضلي) باب المواقف، فصل في موقفت الحج ص ۸۹

فی بالإجماع (۴۷)

یعنی، میقات سے احرام باندھنا لا یمکن واجب ہے۔

کوئی شخص آفاق سے حرم چاہے کسی ارادہ سے آئے جیسے تجارت کی غرض سے، یا اس کا گھر ہی خدہ و حرم یا مکہ شہر میں ہو اور وہ اپنے گھر آ رہا ہو یا مکہ مکرمہ سیر و تفریح کی غرض سے آئے، بہر صورت اس پر واجب ہوگا کہ میقات سے احرام باندھ کر آئے، چنانچہ عملاً علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

فعلنا بحسب الإحرام مطلقاً (۴۸)

یعنی، پس ہمارے نزدیک احرام مطلقاً واجب ہے (چاہے کسی بھی

ارادے سے آئے)۔

اسی لئے ہمارے فقہاء نے لکھا کہ میقات وہ جگہیں ہیں جن سے مکہ یا حرم کا ارادہ رکھنے والا احرام نہیں گزر سکتا، چنانچہ علامہ عدو اللہ بن حبشی متوفی ۸۸۸ھ لکھتے ہیں:

والمواظبات ای المواضع التي لا يحاورها مريد مكة إلا محرماً (۴۹)

یعنی، میقاتیں وہ جگہیں ہیں جن سے مکہ کو جانے والا احرام نہیں گزر سکتا۔

سوال میں ذکر کردہ افراد جب مکہ میں تھے مکی کے حکم میں تھے کہ مکی کی طرح ان کے لئے عمرہ کے حل اور حج کے لئے مکہ یا حرم میقات تھی یعنی جہاں وہ تھے وہاں کے اہل کے حکم میں تھے اور جب آفاق کی جانب نکلے تو آفاق کے حکم میں ہو گئے جس طرح مکی حقیقی بھی اگر آفاق نکلے چاہے کسی بھی غرض سے گیا ہو تجارت کی غرض سے گیا ہو یا سیر و تفریح کی غرض سے، بہر حال وہ آفاق کے حکم میں ہو گیا چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

والمصاحبة فيه أن من وصل إلى مكان صلو حكمه حكم أهله (۵۰)

یعنی، اس میں ضابطہ (یعنی قاعدہ کلیہ اس حکم میں، شرح الباب لمقاری)

۴۷۔ المسند المتفق في المسند المتوسط، ص ۸۹

۴۸۔ المسند المتفق في المسند المتوسط، ص ۸۹-۹۰

۴۹۔ الدر المختار، المحدث (۳)، کتاب (۵) الحج، باب المواظبات، ص ۵۴۸

۵۰۔ کتب المسند (مع شرحه للقری)، باب المواظبات، فصل وقد يتغير الميقات بغيره، ص ۹۴

یہ ہے کہ جو شخص جس جگہ پہنچ گیا تو اس کا حکم وہی ہو گیا جو وہاں کے رہنے والوں کا ہے۔

اور لکھتے ہیں:

فلو خرج المكي إلى الآفاق أو الحل لحاجة فهو وقته للحج أو العمرة (۵۱)

یعنی، پس اگر مکی آفاق یا حل کو کسی کام سے نکلا تو وہی اس کے حج و عمرہ کی میقات ہے۔

لہذا جب یہ وہاں کے اہل کے حکم میں ہو گئے تو جس طرح وہاں والوں کو بغیر احرام کے میقات سے گزرنا جائز نہیں اسی طرح ان کو بھی مکہ مکرمہ آنے کے لئے میقات سے بغیر احرام کے گزرنا جائز نہیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ یہ لوگ طائف کس غرض سے گئے تھے اور مکہ کسی غرض سے آئے جیسا کہ منہ بجا بالاعبارات فقہاء سے ظاہر ہے۔

اور جو لوگ بغیر احرام کے آئے ہیں وہ سب کے سب گنہگار ہوئے اور ان پر لازم ہے کہ وہ میقات کو لوٹ جائیں اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ کر آئیں اور تو یہ بھی کریں ورنہ ان پر عمرہ اور دم دونوں لازم ہوں گے اور ساتھ تو یہ بھی، چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ بن عبد اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

من حاور وقته غير محرم ثم أحرم أو لا فعليه العود (ای يجب

عليه الرجوع) إلى وقت (۵۲)

یعنی، جو شخص اپنی میقات سے بلا احرام گزر گیا پھر احرام باندھا یا نہ باندھا (دونوں صورتوں میں) اس پر میقات کو لوٹنا واجب ہے۔

عملاً علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

من حاور وقته أي ميقاته الذي وصل إليه (۵۳)

۵۱۔ کتب المسند (مع شرحه للقری)، باب المواظبات، فصل وقد يتغير الميقات بغيره، ص ۹۴

۵۲۔ کتب المسند، باب المواظبات، فصل في محاوره الميقات بغير إحرام، ص ۹۴

۵۳۔ المسند المتفق في المسند المتوسط، باب المواظبات، فصل في محاوره الميقات بغير إحرام، ص ۹۴

یعنی، مصنف کا قول جو اپنی میقات سے (بلا احرام) گزرا کا معنی ہے اس میقات سے گزرا جس پر وہ پہنچا۔

جیسے یہ لوگ طائف سے آتے ہوئے ”میل کبیر“ سے گزرے ہوں گے یا ”دادی محرم“ سے تو ان پر احرام باندھنے کے لئے میقات کو لوٹنا واجب تھا نہ لوٹنے کی صورت میں بلا احرام میقات سے گزرنے کا دم لازم ہوگا اور ضروری نہیں کہ احرام باندھنے کے لئے اسی میقات کو لوٹیں کہ جس سے بلا احرام گزر کر آئے دوسری میقات کو بھی جاسکتے ہیں، چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

فعلیہ التعمد إلی میقات منها وإن لم یکن میقاتہ لہجر منہ و
إلا فعلیہ دم کما سوائی بیانہ فی باب الحجابات (۵۴)

یعنی، پس اس پر مواقیت میں سے کسی میقات کو پر لوٹنا لازم ہے اگر اس کی (وہ) میقات نہ ہو (کہ جس سے بلا احرام گزرا) تاکہ میقات سے وہ احرام باندھے ورنہ اس پر (بلا احرام میقات سے گزرنے کا) دم لازم ہوگا جس کا بیان عنقریب ”باب الجہادۃ“ (۵۵) میں آئے گا۔

بلا احرام میقات سے گزرنے کی وجہ سے وہ گنہگار ہو گئے چاہے وہ بارہ میقات کو گئے یا نہ گئے اور دم دے دیا چنانچہ مجدد و مجدد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۳۷۴ھ لکھتے ہیں:

۵۴۔ رد المحتار علی الدر المختار، المجلد (۳)، کتاب (۵) الحج، مطلبہ فی المواقیت ص ۵۵۱-۵۵۲

۵۵۔ باب الجہادۃ میں ہے کہ
أبی میقات کذا سوء کذا میقاتہ مدسی حلوزہ غیر محرم أو غیرہ أقرب أو بعد، ذلک کتب فی حق المحرم سواء و الأولى فی یحرم من وقتہ (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الحج، باب الجہادۃ، مطلبہ لا یحب الضمان الخ تحت قوله انی میقاتہ ص ۶/۲)

یعنی، کوئی بھی میقات ہو چاہے وہی میقات ہو کہ جس سے بلا احرام گزرا تھا یا اس کے علاوہ میقات ہو اس سے قریب ہو یا بعید ہو کیونکہ محرم کے حق میں سب نام ہیں اور کوئی یہ ہے کہ اپنی میقات سے احرام باندھے (کہ جس سے بلا احرام گزرا تھا)

اسی طرح ”بحر الرائی“ کے کتاب الحج باب محلوۃ المیقات بغیر احرام مکرر ہے۔

اگر اتفاقی عبور کنند برین مواقیت مذکورہ و ارادہ داشت باشند دخول مکہ یا دخول ارض حرم را واجب گردید وے ادائے احد السکین اعنی حج یا عمرہ و واجب شود وے احرام برائے آن پس اگر تجاوز کرد از انجا بغیر احرام آثم گردد بسبب آنکہ ترک کرد واجب را و ارتکاب کرد فعل حرام را، و واجب باشند وے کہ عود کنند بسوئی یکے از مواقیت مذکورہ تا احرام پہ بند و از انجا و لازم نیست کہ عود کنند بسوئی خصوص میقاتے کہ تجاوز کردہ است آنرا، پس اگر عود نہ کرد بسوئی پنج یکے از مواقیت مذکورہ واجب گرد و دم وے برائے است کہ عبور او بقصد حج یا عمرہ باشد یا بقصد غیر آن چنانکہ پنج و شرعاً و حاجتی و مجرد این مذہب ما است از (۵۶)

یعنی، اگر کوئی اتفاقی بغیر احرام کے میقات سے گزر جائے اور اس کا ارادہ مکہ معظمہ یا ارض حرم میں داخل ہونے کا ہو تو اس پر وہ عبادتوں حج و عمرہ میں سے ایک عبادت واجب ہوگئی اور اس پر اس کا احرام باندھنا واجب ہو گیا، اب اگر یہاں سے آگے بڑھے گا تو گنہگار ہوگا اس سبب سے کہ اس نے واجب کو ترک اور فعل حرام کا ارتکاب کیا، اس پر واجب ہے کہ یہاں سے مواقیت مذکورہ میں سے کسی میقات کو جائے تاکہ احرام باندھ لے، اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ جس میقات سے گزرا یا خاص اسی میقات پر جائے، اگر وہ کسی میقات پر واپس نہیں گیا تو اس پر دم واجب ہوگا، بغیر احرام کے میقات سے گزرا حج و عمرہ کی نیت سے ہو یا کسی اور غرض سے جیسے تجارت یا کسی اور ضرورت کے لئے سب کا حکم یکساں ہے یہ ہم احناف کا مذہب ہے۔

لہذا بغیر احرام کے حرم آنے والوں پر لازم ہے کہ وہ کسی بھی میقات پر جائیں اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ کر آئیں اور عمرہ کریں اور تو پہ بھی کریں، اور اگر میقات پر احرام

باندھنے کے لئے نہیں جاتے تو ان پر دم لازم ہوگا اور عمرہ یا حج بھی لازم ہوگا اور دونوں صورتوں میں چٹنی تو بہ بھی لازم ہے، حضرت علامہ مولانا محمد عرفان ضیائی مدظلہ نے جب آپ لوگوں سے کہا تھا کہ احرام باندھ کر آنا لازم ہے تو ان کی بات پر عمل کرنا چاہئے تھا کہ آپ مناسک حج و عمرہ کے اچھے عالم ہیں اس لائق ہیں کہ مسائل دینیہ میں ان کی بات پر اعتماد کیا جائے خصوصاً مسائل حج و عمرہ اور دوسرے کسی کی بات کو پینے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم السبت ۲۶ دی الحجة ۱۴۲۸ھ، ۳۰ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 34 F)

حج یا عمرہ کا ارادہ رکھنے والا محرم کب کہلائے گا؟

استفتاء کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے احرام کی چادریں پہن لیں احرام کی نیت بھی کر لی مگر تلبیہ نہیں پڑھی کیا اس کا احرام ہو گیا یا نہیں؟

(السائل محمد رضوان)

بسم اللہ تعالیٰ و تقدس الجواب: یاد رہے کہ صرف دو چادروں کے پہن لینے کا احرام نہیں ہے اور پھر صرف نیت کرنا محرم ہونے کو کافی نہیں اگرچہ نیت زبان سے کر لے بلکہ نیت کے ساتھ تلبیہ یا اس کے قائم مقام کوئی ایسا کام کرنا فرض ہے کہ جسے شریعت نے معتبر رکھا ہے، چنانچہ صاحب بدائع الصنائع کے استاد علامہ عبد اللہ بن ابی منصور محمد بن احمد سمرقندی متوفی ۵۳۹ھ/۵۴۰ھ لکھتے ہیں:

فأما تولى عند الإحرام ولم يذكر التلبية، ولم يوجد منه تقليد

البدنة و السوق، لا يصير محرماً عندنا (۵۷)

یعنی، پس اگر احرام کے وقت نیت کی اور (کلمات) تلبیہ کو ذکر نہ کیا اور

اس سے قربانی کے جانور کو ہار پہنا اور اسے ہانکنا نہ پایا گیا تو وہ

ہمارے نزدیک محرم نہ ہوگا۔

ہاں اگر اس نے نیت کے بعد تلبیہ کی جگہ تسبیح یا تہلیل یا تحمید کی تو وہ احرام والا ہو جائے گا، چنانچہ علامہ عبد اللہ بن ابی بکر بن مسعود کا ساتھی حنفی متوفی ۵۸ھ لکھتے ہیں:

ولو ذكر مكان التلبية التهليل أو التسبيح أو التحميد أو غير

ذلك مما يقصد به تعظيم الله تعالى مقررنا بالتبعية يصير محرماً

و هذا على أصل أبي حنيفة و محمد في باب الصلاة الخ (۵۸)

یعنی، تلبیہ کی جگہ نیت کے ساتھ تہلیل یا تسبیح یا تحمید یا اس کے علاوہ ایسی چیز

کہ جس سے مقصود اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہے تو محرم ہو جائے گا اور یہ حکم امام

ابو حنیفہ اور امام محمد کے باب الصلوة میں (مذکور) قاعدے کی بنا پر ہے۔

اور علامہ رحمت اللہ منہم کی حنفی لکھتے ہیں:

شروط صحته الإسلام و التبة و الذكر (۵۹)

یعنی، صحت احرام کی شرائط اسلام ہے اور نیت ہے اور ذکر ہے۔

اس کے تحت علامہ علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۳ھ لکھتے ہیں:

و الأولي أن يقول: و التلبية و ما يقوم مقامه من الذكر (۶۰)

یعنی، بہتر یہ ہے کہ مصنف فرماتے تلبیہ اور وہ ذکر جو اس کے قائم مقام

ہے۔

اور اس کے تحت علامہ حسین بن محمد سعید عبدالغنی کی حنفی لکھتے ہیں:

إنما قال: الأولي دون الصواب لأن قول المصنف: و الذكر

شامل للتلبية و غيرها و وجه الأولوية أن الكلام يكون مشعراً

بإصالة التلبية اه دا ملاً أخون جان (۶۱)

۵۸۔ بدائع الصنائع، المجلد (۳)، کتاب الحج، فصل فی بیان ما يصير به محرماً ص ۱۵۳

۵۹۔ لباب المناسك باب الإحرام

۶۰۔ المناسك المصنفة في المسند المتوسعة باب الإحرام ص ۱۰۰

۶۱۔ إرشاد السوری إلى مناسك الملاعی القری، باب الإحرام ص ۱۰۰

یعنی، محمدا علی قاری نے صواب کی بجائے اولیٰ فرمایا کیونکہ مصنف کا قول ذکر تبیہ وغیرہا کو شامل ہے اور اذکویت کی وجہ یہ ہے کہ کلام اصالة تبیہ کی خبر دیتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

يوم الأحد، ٥ محرم الحرام ١٤٢٩ھ، ١٣ يناير ٢٠٠٨ م (New 40-F)

زخم پر پٹی باندھنے والے محرم کا حکم

استفتاء۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میرے ہاتھ کے انگوٹھے پر زخم تھا اس لئے اس پر دوائی لگا کر پٹی باندھنا ضروری تھی اور میں نے کراچی سے احرام باندھا ہے، حالت احرام میں انگوٹھے پر پٹی باندھنے کی وجہ سے مجھ پر کوئی ذمہ تو لازم نہیں آئے گا؟

(السائل محمد صابر، لیکچر گرپ)

بسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب صورت مسئلہ میں کچھ لازم نہیں ہوگا

چنانچہ علامہ محمد سلیمان اشرف "مبسوط" (۶۲) سے نقل کرتے ہیں

إن عصب شيئاً من جسده من علة أو غير علة ولا شيء عليه و

لكن يكره له أن يغطي ذلك من غير علة (۶۳)

یعنی، بے ضرورت بدن کا کوئی حصہ پٹی سے باندھنا مکروہ ہے اگرچہ کچھ

کٹا رہ لازم نہیں آتا اور ضرورت سے باندھنے کی اجازت ہے۔

اور محمد و محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

إزائهاست کہ محرم شرقتہ بند و بر عضوے از اعضائی تمام جسد خود ما سوائے

۶۲۔ المبسوط للسرخسی، المجلد (۲)، الجزء (۴)، کتاب المناسک باب ما یجوز من المحرم من

الثوب، ص ۱۱

۶۳۔ الحج مصنفہ محمد سلیمان اشرف، مکروہات، ص ۴۸

سرو روئے مگر آنکہ حد رہا شد چنانکہ آن عضو مجروح یا مکسور باشد آن گاہ بمن شرقتہ مباح باشد الخ (۶۴)

یعنی، مکروہات احرام میں سے ایک یہ ہے کہ سر اور چہرے کے علاوہ محرم اپنے جسم کے اعضاء میں سے کسی عضو پر پٹی باندھے مگر یہ کہ پٹی باندھنا کسی عذر کی وجہ سے ہو جیسا کہ وہ عضو زخمی ہو یا ٹوٹا ہوا ہو تو اس وقت پٹی باندھنا مباح ہوگا۔

مگر حالت احرام میں زخم کو ایسی دوا لگانا کہ جس میں ایسی خوشبو ہو جسے دوائی میں ذال کر پکایا نہ گیا ہو اور زخم پورے عضو کو گھیرے ہوئے نہ ہو تو صدقہ لازم ہوگا بشرطیکہ خوشبو وارد امتداد ہا استعمال نہ کی ہو چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبد اللہ سندھی "طبیب" میں اور محمدا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۳ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

ہ لو تدوی بالطیب ای المحض الخالص أو بدواء فيه طيب

ای غالب و لم یکن مطبوخاً لما سبق قال تصدق ای الدواء علی

جراحه تصدق ای إذا كان موضع الحراحة لم يستوجب

عضواً أو أكثر (۶۵)

یعنی، اگر محض خالص خوشبو سے دوا کی (یعنی بطور دوا استعمال کیا) یا ایسی

دوا استعمال کی کہ جس میں خوشبو غالب ہے اور دوا میں مٹا کر پکائی نہیں

گئی، اور وہ دوا زخم پر عمل دی تو صدقہ دے یعنی جب زخم کی جگہ پورے

یا اکثر عضو کو نہ گھیرے۔

اس کے تحت علامہ حسین بن محمد سعید عبد الغنی کی حنفی لکھتے ہیں:

أما إذا استوجب عضواً فيحب الدم (۶۶)

۶۴۔ حجة القلوب فی زیارة المحبوب، باب أول فی بیان حرام فعل هضم فی بلاد مکروہات تریبہ

بحر، ص ۹۵

۶۵۔ المسالك المنقطة فی المناسک، المجلد ۲، ص ۲۵۴

۶۶۔ مشلا السری فی مناسک الملاحی القری، باب الحایات، فصل فی الفتاویٰ بلفظیہ، ص ۲۵۴

یعنی، مگر جب پورے عضو کو گھیر لے تو دم واجب ہے۔

اور اگر پورے یا اکثر عضو سے کم زخم پر خوشبو وارد ہو گئی مگر چند بار لگائی تو بھی دم لازم ہوگا، چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ سندھی اور مولانا علی قاری لکھتے ہیں:

إلا أن يفعل ذلك مرراً فيلزمه دم، لأن كثرة الفعل قامت مقام كثره الطوب (۶۷)

یعنی، مگر یہ کہ وہ اسے بار بار کرے تو اسے دم لازم ہوگا کیونکہ کثرت فعل کثرت خوشبو کے قائم مقام ہے۔

اور دوا اگر بے خوشبو ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں اس طرح اگر دوائی میں ملا کر پکائی گئی ہے تو بھی کوئی حرج نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الخميس ۲۶ ذی القعدة ۱۴۲۸ھ، ۶ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 03-F)

حالات احرام میں نماز کے لئے ٹوپی پہننے والے کا حکم

استفتاء۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین کہ ایک محرم کہ جس نے ابھی عمرہ ادا نہیں کیا، اسے ٹوپی پہننے ہوئے دیکھ پوچھنے پر کہنے لگا کہ میں نماز کے لئے ٹوپی پہنتا ہوں جب کہ حالت احرام میں سر ڈھکنا ممنوع ہے اور اس نے دو یا تین نمازوں میں سر ڈھک لیا ہے تو اس صورت میں اس پر کیا لازم ہوگا؟

(السائل: حافظ جنید ولد محمد یوسف، البیک حج گروپ، مکہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب محرم کو سر ڈھکنا ممنوع ہے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی متوفی ۱۴۱۲ھ لکھتے ہیں:

جائز نیست محرم را اگر مرد باشد پوشیدن تمام سر یا بعض آن، و اگر است

کہ پوشیدن آن را بتمامہ یا بقلسویہ بدست (۶۸)

یعنی، محرم اگر مرد ہو تو اسے اپنا (پورا) سر یا کچھ سر بٹھکانا جائز نہیں، چاہے اسے عمامہ سے بٹھپائے یا ٹوپی سے۔

اور سر چار پہر بٹھپایا تو دم، اس سے کم بٹھپایا تو صدقہ لازم ہے چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ بن عبد اللہ سندھی حنفی اور مولانا علی قاری حنفی متوفی ۱۱۴۰ھ لکھتے ہیں:

ولو غطى جميع رأسه أو وجهه أي جميع وجهه بمحيط أو غيره يوماً و ليلة و كذا مقلد أحدهما فعليه دم أي كامل بلا خلاف

یعنی، اگر پورا سر یا پورا چہرہ سلسے ہوئے (کپڑے) یا اس کے غیر سے ایک دن اور رات اور اسی طرح دن و رات میں سے کسی ایک کی مقدار بٹھپایا تو اس پر بلا خلاف کامل دم ہے۔

و الربع منهما كالنكح قياساً على مسحهما
یعنی، سر اور چہرے کا چوتھائی کھل کی مثل ہے ان کو مسح پر قیاس کرتے ہوئے۔

اور اگر چار پہر سے کم عرصہ کھل یا بعض سر کو بٹھپایا تو صدقہ لازم ہے چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ سندھی حنفی اور مولانا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

وفي الأقل من يوم و كذا من ليلة صلعة (۶۹)

یعنی، ایک دن اسی طرح ایک رات کی مقدار سے کم میں صدقہ ہے۔

اور مذکور شخص نے جب نماز ظہر کے لئے ٹوپی پہنی نماز کے بعد اتار دی لیکن اتارنے وقت اس ممنوع سے باز آنے کی نیت نہ تھی کہ اس نے نماز عصر کے لئے پھر ٹوپی پہن لی اس طرح مغرب میں بھی تو یہ مسلسل پہننا تھا ہوگا چنانچہ علامہ محمد سلمان اشرف لکھتے ہیں:

دن کو پہننا رات کو اُٹا رو یا یا رات کو پہنا دن کو اُٹا رو یہ لیکن اُٹا رستے وقت باز آنے کی نیت سے نہیں اُٹا را دو رہ پھر پہننے کی نیت ہے تو چتے دن پہنے گا ایک ہی بار کا پہننا شریعت اُسے قرار دے گی اور اس لئے ایک ہی کفارہ اس پر واجب ہوگا۔ (۷۰)

اور سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں۔

فإن نزعہ علی قصد أن یلبس ثانیاً، أو لیلین بثلثة لا یلزمه كفارة أخرى لتتابع لبسیه و جعلهما لبساً واحداً حکماً (۷۱) یعنی، پس اگر اُسے اس ارادے سے اُٹا را کہ دوبارہ پہنے گا تو اس پر دوسرا کفارہ لازم نہ ہوگا کیونکہ دونوں بار پہننے کے ایک دوسرے میں داخل ہونے کی وجہ سے (شرع نے) دونوں کو حکماً ایک بار پہننا قرار دیا۔

لہذا اگر نظر سے لے کر نماز مغرب تک مسلسل سر ڈھکتا قرار دینے کی صورت میں صرف صدقہ لازم آئے گا کیونکہ چار پہر مکمل نہیں ہوئے اور منظر احرام کا ارتکاب گناہ ہے بشرطیکہ عمرہ بلا عذر ہو جیسا کہ مذکورہ صورت میں اور گناہ کی وجہ سے اُسے توبہ کرنی ہوگی۔

واللہ اعلم بالصواب

یوم الأربعاء ۲۵ ذی القعدة ۱۴۲۸ھ ۵ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 02 F)

حالات احرام میں خوشبودار صابن استعمال کرنے کا حکم

استفتاء کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے حالت احرام میں خوشبودار صابن سے ہاتھ دھو لئے اب اس پر کچھ لازم ہوگا یا نہیں جب کہ حج کی ایک کتاب میں خوشبودار صابن کے استعمال کا جواز مذکور ہے؟

(السائل: حافظ محمد رضوان، کاروان الطہنت، مکہ مکرمہ)

۷۰۔ الحج معتمد محمد سلمان اشرف، احرام میں لباس ممنوع، ج ۲، نیا، ص ۳۵

۷۱۔ رد المحتار علی الدر المختار، المحتار، (۲)، کتاب (۵) الحج، باب (۴) التحنن، تحت قولہ

ما لم یحرم الخ، ص ۵۸

بإسمہ تعالیٰ و تخلص الجواب: صورت مسئلہ میں صابن میں خوشبو اگر تھوڑی تھی تو صدقہ لازم ہوگا اور اگر زیادہ تھی تو زم چنانچہ علامہ مفتی عبدالواحد قادری (صاحب فتاویٰ یورپ) لکھتے ہیں:

کھانا کھانے کے بعد صابن سے ہاتھ نہ دھوئے تو بہتر ہے کہ اگر صابن میں ذرا بھی خوشبو ہوگی تو صدقہ واجب ہوگا اور زیادہ خوشبو ہوگی تو زم واجب ہوگا۔ (۷۲)

اور کتاب مذکور کے دوسرے مقدم پر لکھتے ہیں:

خلق و تقصیر کے وقت خوشبودار صابن سر پر لگانا جائز نہیں۔ (ص ۸۸)

علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی "لباب" میں اور مثلاً علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۳ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

ولو أصاب جسمه أي كله أو عضواً كاملاً أو أكثر أو أقل طيب كثير فعليه التيمم، وإن غسل من ساعته أي من فوره سواء باشر بعمسه الغسل أو لا (۷۳)

یعنی، اگر نجس کے پورے جسم پر یا ایک عضو کامل پر یا اس کے اکثر یا اقل پر کثیر خوشبو لگی تو اس پر زم لازم ہے اگرچہ اس نے فوراً اُسے دھو دیا چاہے خود دھویا نہ (بہر صورت زم لازم ہوگا)۔

اور ہاتھ کامل عضو ہے، چنانچہ مثلاً علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

وهي "الحندي": إذا غسبت المرأة كفها بالحناء وهي محرمة وحب عليها دم، هذا يدل أن الكف عضو كامل، لأنه وحب في تطيبه الدم كذا في "شرح القدری" (۷۴)

۷۲۔ حج کے مسائل مع زیارت حرمین، طے ہوئے پڑوں کے مائلہ ص ۳۹

۷۳۔ المسالك المفصلة في المناسك المتوسطة، باب التحنن، فصل لا يشترط بقاء الطيب، ص ۳۵۴

۷۴۔ المسالك المفصلة في المناسك المتوسطة، باب التحنن، فصل في الحناء، ص ۳۵۸

یعنی، ”محسوری“ میں ہے کہ عورت نے احرام میں ہتھیلی کو ہندی لگائی تو اس پر دم واجب ہے، یہ اس کی دلیل ہے کہ ہتھیلی کامل عضو ہے کیونکہ اسے خوشبو لگانے پر دم واجب ہے، اسی طرح (۷۵) ”شرح القسوری“ میں ہے۔

اور علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ بن قاضی امیر اہم سندھی لکھتے ہیں:

و العضو كالرأس و اللحية و الشارب و اليد الخ (۷۶)
یعنی، عضو جیسے سر، داڑھی، مونچھیں اور ہاتھ الخ۔

فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ خوشبو اگر کثیر ہو تو اعتبار خوشبو کا ہوتا ہے نہ کہ عضو کا چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

و إن كان كثيراً فالعبرة بالطيب

یعنی، اگر خوشبو کثیر ہو تو اعتبار خوشبو کا ہے۔

اس کے تحت مفتی علی قاری لکھتے ہیں:

لا بالعضو، هذا هو الصحيح كما قاله شيخ الإسلام وغيره

تو بیجا بین الأقوال (۷۷)

یعنی، (خوشبو کثیر ہو تو) عضو کا اعتبار نہیں ہو رہی صحیح ہے جیسا کہ شیخ الاسلام وغیرہ نے اقوال (فقہاء) کے، میں موافقت کرتے ہوئے فرمایا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

يوم الجمعة ۲۷ ذي القعدة ۱۴۲۸ھ، ۷ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 04-F)

۷۵۔ الحرمة لمرء المسجد (۱)، کتاب الحج باب الحنایات، تحت قوله: إن تطيب قبل الحج، ص ۲۱۷

۷۶۔ أبواب المناسك (مع شرحه للقرنی)، باب الحنایات، فصل فی لبس الحنین، نوع الثانی فی التطیب، ص ۲۴۶

۷۷۔ المناسك المتفصّل فی المناسك المتوسّط، باب الحنایات، فصل فی لبس الحنین، النوع الثانی فی التطیب، ص ۲۴۶

آفاق سے حج کا احرام باندھنے والے متمتع کے لئے طواف

قدوم کا حکم

استفتاء کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر ایک حاجی عمرہ کرنے کے بعد مدینہ شریف چلا جائے اور پانچ ذوالحجہ کو وہاں سے مکہ کو حج کا احرام باندھ کر لوٹے تو اس کا حج حج افراد ہوگا یا حج تمتع جب کہ اس کا گھر پاکستان میں ہے، نیز حج تمتع ہونے کی صورت میں اس پر طواف قدوم لازم ہوگا یا نہیں؟

(السائل: حافظ محمد عامر، قادیان، حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: صورت مسئلہ میں مذکور حاجی کا حج حج تمتع واقع ہوگا کیونکہ اپنے شہر سے آنے کے بعد عمرہ ادا کر کے مدینہ شریف گیا اپنے گھر کو نہ لوٹا لہذا امام صحیح نہ پایا گیا اور یہ تمتع کی شرائط میں سے ایک شرط ہے، چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ تمتع کے شرائط میں لکھتے ہیں:

(۶) المام صحیح نہ کیا ہو۔ المام صحیح کے معنی یہ ہیں کہ عمرہ کے بعد، احرام

کھول کر اپنے وطن کو واپس جائے اور وطن سے مراد وہ جگہ ہے جہاں وہ

رہتا ہے، پیدائش کا مقام اگرچہ دوسری جگہ ہو لہذا اگر عمرہ کرنے کے بعد

وطن گیا پھر واپس آ کر حج کیا تو تمتع نہ ہوا الخ (۷۸)

اور مفتی علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۳ھ لکھتے ہیں:

و تصریحهم بأن من شرائط التمتع مطلقاً أن لا يلزم بأهله

بیسہما إلحافاً صحيحاً (۷۹)

یعنی، فقہاء کرام کی تصریح ہے کہ مطلقاً تمتع کی شرائط سے ہے کہ وہ اس

۷۸۔ بہار شریعت، حصہ ششم، تمتع کا بیان، تمتع کے شرائط، ص ۴۹

۷۹۔ المناسك المتفصّل فی المناسك المتوسّط، باب التمتع، فصل فی تمتع المکی، ص ۲۱۴

نے عمرہ اور حج کے، مین اپنے اہل سے المام صحیح نہ کیا ہو۔

لہذا اگر شخص جب مدینہ شریف میں صرف حج کا احرام باندھ کر آئے گا اور یہاں آکر حج کرے گا تو متمتع ہی رہے گا کیونکہ وہ عمرہ تو حج کے مینوں میں اس نے ادا کر چکا اور مدینہ طیبہ جانے پر المام صحیح نہ پائے جانے کی وجہ سے اس کا متمتع باطل نہ ہوا۔

اور فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ متمتع پر طوافِ ثلثماء ونبی نہیں ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبد اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و ليس عليه (أي على المتمتع) طواف القدوم

یعنی، متمتع پر طوافِ ثلثماء ونبی نہیں ہے۔

اس کے تحت مولانا علی قاری لکھتے ہیں:

أي بالاتفاق كما صرح به الكرماني وغيره

یعنی، جیسا کہ (علامہ ابو منصور) کرمانی (حنفی) (۸۰) وغیرہ نے اس کی

تصریح کی ہے کہ بالاتفاق متمتع پر طوافِ ثلثماء ونبی نہیں ہے۔

اور متمتع پر طوافِ ثلثماء ونبی نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ عمرہ کرنے کے بعد جب مکہ میں ٹھہرا

تو اہل مکہ میں سے ہو گیا اور اہل مکہ جب حج کریں تو ان پر طوافِ ثلثماء ونبی چنانچہ مولانا علی

قاری لکھتے ہیں:

و المراد قبل الإحرام بالحج أو مطلقاً لأنه صابر من أهل مكة

جمعہ، و ليس عليهم طواف القدوم في حجتهم إلا أنهم إذا

زادوا أن يقدّموا السعي، فلا بد أن يطوفوا ولو تفلأ ليصح

سعيهم بعده (۸۱)

یعنی، مراد یہ ہے کہ حج کا احرام باندھنے سے قبل یا مطلقاً (اس پر طواف

۸۰۔ ذکرہ المسائل فی المناسك باب التمتع، فصل فی صفة التمتع المسنون، ۱/۶۵۹، و حکذا فی

"بایة المحتج" (۱/۳۵۶)

۸۱۔ المسالك المنقطة فی المناسك المنوط باب التمتع، فصل التمتع، عنی توهین، ص ۳۱۸

ثلثماء ونبی) کیونکہ وہ اس وقت اہل مکہ میں سے ہو گیا اور ان پر ان کے

حج میں طوافِ ثلثماء ونبی مگر یہ کہ وہ حج کی سعی کرنے کا ارادہ کریں تو

ضروری ہے کہ وہ طواف کریں اگرچہ نفلی طواف کریں تا کہ اس کے بعد

ان کی سعی درست ہو جائے۔

اور فقہاء کرام کا یہ کہنا کہ کسی پر طوافِ ثلثماء ونبی نہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ متمتع کی کے

ساتھ لاحق ہے کیونکہ متمتع من وجہ حکماً آفاقی ہے چنانچہ مولانا علی قاری لکھتے ہیں،

و أما قولهم المكي ليس عليه طواف القدوم، فليس المعنى أن

المتمتع ملحق به حيث أن يحرم من حيث أحرم المكي به إذا

المتمتع في حكم الآفاقي من وجہ (۸۲)

یعنی، فقہاء کرام کا قول کہ کسی پر طوافِ ثلثماء ونبی نہیں تو اس کا یہ معنی نہیں کہ

متمتع کی کے ساتھ ملحق ہے کہ وہ ہیں سے احرام باندھے جہاں سے کسی

نے باندھا کیونکہ متمتع من وجہ آفاقی کے حکم میں ہے۔

اور متمتع ہر ٹسک (یعنی حج و عمرہ) میں مسافر کے حکم میں ہوتا ہے اسی وجہ سے جب وہ

قارن کی طرح آفاق سے حج کا احرام باندھ کر آئے گا اس پر طوافِ ثلثماء ونبی لازم ہوگا، چنانچہ مولانا

علی قاری لکھتے ہیں:

و لهذا قالوا في تعريفه إنه الحامع بين نسكين بسفر واحد و

إذا كان في حكم المسافر في كل نسك يلزمه طواف القدوم

في حجه كالقبول (۸۳)

یعنی، اسی وجہ سے متمتع کی تعریف میں کہا کہ وہ دو ٹسک کو ایک سفر میں جمع

کرنے والا ہے جب وہ ہر ٹسک میں مسافر کے حکم میں ہے تو اُسے اپنے

حج میں طوافِ ثلثماء ونبی لازم ہوگا۔

۸۲۔ المسالك المنقطة فی المناسك المنوط باب التمتع، فصل فی التمتع عنی توهین، ص ۳۱۹

۸۳۔ المسالك المنقطة، ص ۳۱۹

اور جس کے حج کا احرام آفاق سے ہو اس کے لئے طوافِ ثلثماء و مسمون ہوتا ہے، جیسا کہ آفاق حج افراد پر قرآن کرے اور جب مکہ کی حج افراد کا مکہ سے احرام باندھتا ہے تو اس پر طوافِ ثلثماء نہیں ہوتا اور پھر مندرجہ بالا عبارات میں اس مُتَمَتِّع کے لئے طوافِ ثلثماء کو ثابت کیا گیا جو مکہ سے احرام باندھے اور اس میں اس کے منہ سے مسافر کے حکم میں ہونے کا اعتبار کیا گیا ہے تو وہ مُتَمَتِّع جو عمرہ کے بعد آفاق چلا جائے اور بغیر الہام صحیح کے صرف حج کا احرام باندھ کر آئے تو اس کے حق میں طوافِ ثلثماء بطریقِ اولیٰ ثابت ہوگا۔ لہذا نتیجہ یہ نکلا یہ صورت مسئلہ میں مُتَمَتِّع طوافِ ثلثماء بھی کرے گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم السبت، ۲۸ ذی القعدة ۱۴۲۸ھ، ۸ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 05-F)

دوران طواف وسی قصیدہ بردہ یا حمد و نعت پڑھنا

استفتاء۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم لوگ کبھی طواف میں قصیدہ بردہ شریف اور کسی اور زبان میں نعت رسول ﷺ پڑھتے ہیں اور کچھ لوگ نعت شریف یا قصیدہ بردہ شریف پڑھنے کو درست نہیں سمجھتے۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ کیا شرع میں دوران طواف اشعار پڑھنے کی رخصت مذکور ہے اور اگر مذکور ہے تو برائے مہربانی بیان فرمادیں۔

(السائل: حافظ محمد جنید بن محمد یوسف، لیکچر گرپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: دوران طواف وسی اشعار محمودہ پڑھنا شرعاً مباح ہے چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ بن عبد اللہ سندھی حنفی اور مولانا علی قاری مباحات طواف کے بیان میں لکھتے ہیں:

وإنشاد شعر محمود و کذا إنشائه (۸۴)

یعنی، مباحات طواف میں سے ہے اچھے شعر پڑھنا اور اسی طرح اچھے

۸۴ المسلك المستقط في المناسك المتوسطة باب أنواع الأظرفه فصل في مباحاته، ص ۱۸۲

شعر کہنا۔

اور مخدوم محمد ہاشم غنوی حنفی متوفی ۱۱۷۳ھ مباحات طواف میں لکھتے ہیں:

ہم خواندن شعرے کہ مشتمل باشد بر حمد و ثناء امثال آن (۸۵)

یعنی، طواف کا نواں مباح ایسا شعر پڑھنا ہے جو حمد و ثناء اور اس کی مثل پر مشتمل ہو۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

یہ باتیں طواف وسی میں مباح ہیں۔۔۔ حمد و نعت و منقبت کے اشعار

آہستہ پڑھنا۔ (۸۶)

اور اچھے اشعار سے مراد وہ اشعار ہیں کہ جن کا پڑھنا شرعاً مباح قرار دیا گیا ہے جیسے حمد

و نعت و منقبت اور بند و نصح و غیر ہا پر مشتمل اشعار۔ اور مذموم اشعار تو ویسے بھی پڑھنا حرام ہے اور حالت طواف میں اشد حرام، چنانچہ علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و المراد بالمحمود ما تباح في الشرع و لا مما يکون من فیہ

الأشعار المستفاد منها العلوم، فهو داخل في المستحبات و

الشعر الملعوم حرام أو مکروه مطلقاً و في الطواف أقبح (۸۷)

یعنی، محمود سے مراد وہ ہے جو شرع میں مباح ہے مکروہ اشعار اس قبیل

سے ہیں کہ جن سے علوم مستفاد ہوتے ہیں تو وہ مستحبات میں داخل ہیں

اور شعر مذموم حرام ہے یا مطلقاً مکروہ ہے اور طواف میں زیادہ قبیح ہے۔

اور علامہ رحمۃ اللہ بن عبد اللہ سندھی حنفی دوسری فصل میں لکھتے ہیں:

و إنشاء شعر یعرب عن حمد و ثناء (۸۸)

۸۵ حجة القبول في زیرة السجود، باب سیوم ذریک طواف، فصل خمس ذریک مباحات طواف،

ص ۱۵۴

۸۶ بہار الشریعہ، حصہ ششم طواف وسی مفہوم و بیان، ص ۴۷۵

۸۷ المسلك المستقط في المناسك المتوسطة باب أنواع الأظرفه فصل في مباحاته، ص ۱۸۲

۸۸ لباب المناسك (مع شرحه سقوی) باب أنواع الأظرفه فصل في مکروهاته، ص ۱۸۲

یعنی وہ شعر پڑھنا مکروہ ہے جو حمد و ثناء سے خالی ہو۔
اس کے تحت مؤلف علی قاری لکھتے ہیں:

و فی معناهما ما یخلو من افادۃ علم، و موعظة، و ترغیب و ترہیب (۸۹)

یعنی، اور حمد و ثناء کے معنی میں وہ اشعار جو افادۃ علم، نصیحت اور ترغیب و ترہیب سے خالی ہوں (اُن کا پڑھنا مکروہ ہے)۔
اور محمد و محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

سیوم خواندن شعرے کہ مشتمل نہاشد بر حمد و ثناء و افادۃ علم و موعظة و ترغیب و ترہیب (۹۰)

یعنی، طواف کا تیسرا مکروہ ایسا شعر پڑھنا ہے جو حمد و ثناء اور افادۃ علم و نصیحت اور ترغیب و ترہیب (نیکی کی رغبت دلانے اور بدی کے ارتکاب سے ڈرانے) پر مشتمل نہ ہو۔

اور صدر الراثر رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حمد و نعت و منقبت کے سوا کوئی شعر پڑھنا (طواف میں مکروہ ہے)۔ (۹۱)

اور یہاں کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہے یعنی وہ اشعار جو مذکورہ بالا امور سے خالی ہوں طواف میں اُن کا پڑھنا مکروہ تحریمی ہوگا کہ مندرجہ بالا سطور میں ذکر کردہ مؤلف علی قاری کی عبارت میں ہے:

حرام أو مکروہ

یعنی، حرام یا مکروہ۔

تو حرام سے مراد احرام ظنی اور مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی ہے، اور پھر مطلقاً کراہت

۸۹۔ المسلك المتقسط في المناسك المتوسطة ص ۱۸۲

۹۰۔ حجة القبول في زيارة المحبوب، باب مبرم فصل ششم ص ۱۵۶

۹۱۔ بہار شریعت، حصہ ششم، ملام اقامت کے اعمال

کے قول کو کراہت تحریمی پر محمول کیا گیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

بطل مطلقاً محمول علی الکراهۃ الترتیبیۃ لأن الإشتغال بالادکار و الادعیۃ افضل (۹۳)

یعنی، کہا گیا کہ طواف کے دوران مطلقاً شعر پڑھنا مکروہ ہے تو (اس قول کو) کراہت ترتیبیہ پر محمول کیا جائے گا کیونکہ ذکر اور دعا میں مشغول ہونا افضل ہے۔

اور محمد و محمد ہاشم ٹھٹھوی لکھتے ہیں:

و در روایتی آمدہ کہ خوانند شعر مطلقاً مکروہ است پس حل کردہ شود روایت را بر ترک افضل چہ اشتغال با ذکر و ادعیۃ افضل است (۹۴)

یعنی، اور ایک روایت میں آیا ہے کہ شعر پڑھنا مطلقاً مکروہ ہے پس اس روایت کو ترک افضل پر محمول کیا جائے گا کیونکہ دوران طواف ذکر اور دعاؤں میں مشغول ہونا افضل ہے۔

لہذا وہ اشعار جو حمد و ثناء، نعت و منقبت، مناجات، افادۃ علمی، پند و نصائح یا ترغیب و ترہیب پر مشتمل ہوں اُن کا پڑھنا ممنوع نہیں ہے۔ جب کہ پادری بلند نہ پڑھے ورنہ اس میں تفصیل ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم السبت، ۲۸ ذی القعدہ ۱۴۲۸ھ، ۲۸ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 07 F)

دوران طواف بلند آواز سے دعائیں مانگنا

استفتاء کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم نے

۹۳۔ المسلك المتقسط في المناسك المتوسطة، باب أنواع الأطلولة فعل في مکروہات،

ص ۱۸۲-۱۸۳

۹۴۔ حجة القبول في زيارة المحبوب، باب مبرم در باب طواف و انواع آن، فصل ششم ص ۱۵۶

گلب فقہ میں پڑھا ہے کہ دوران طواف بلند آواز سے ذکر کرنا اور دعائیں مانگنا مکروہ ہے تو پوچھنا یہ ہے کہ کتنی آواز سے پڑھا جائے تو اس پر کراہت کا اطلاق ہوگا اور پھر کراہت کی وہ قسمیں ہیں یہاں کراہت کوئی مراد ہے تحریری یا تریبی؟

(السائل: حافظ محمد قاری، از کاروان اہلسنت، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب۔ فقہاء کرام نے با آواز بلند ذکر و دعا کرنے کو مکروہ بات طواف میں شمار کیا ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبد اللہ سندھی حنفی مکروہات طواف کے بیان میں لکھتے ہیں:

ورفع الصوت ولو بالقرآن والذكر والدعاء (۹۵)

یعنی، طواف میں آواز بلند کرنا مکروہ ہے اگرچہ تلاوت قرآن اور ذکر و دعا کے ساتھ آواز بلند کرے۔

اور محمد دوم محمد ہاشم ٹھٹھوی متوفی ۱۱۷۷ھ لکھتے ہیں:

چہا رم رفع صوت در حال طواف اگرچہ قرآن یا ذکر یا دعا باشد (۹۶)
یعنی، چوتھا مکروہ یہ ہے کہ حالت طواف میں آواز کو بلند کرے اگرچہ آواز بلند کرنا تلاوت قرآن یا ذکر یا دعا کے ساتھ ہو۔

اور محمد رابنشریہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

(مکروہات طواف میں سے ہے) ذکر یا دعا یا تلاوت کو کوئی کلام بلند آواز سے کرنا۔ (۹۷)

اور دوران طواف بلند آواز سے ذکر و دعا کے مکروہ ہونے سے مراد کراہت تحریری ہے یا تریبی اس میں تفصیل ہے وہ یہ کہ جس طرح فقہاء کرام نے بظہر کو مکروہات طواف میں ذکر کیا ہے اسی طرح خفاء کو مستحب بات طواف میں بھی ذکر کیا ہے جیسا کہ علامہ رحمت اللہ سندھی نے اپنی

۹۵۔ آلب المناسک، باب أنواع الأظرف، فصل فی مکروہات

۹۶۔ حجة القرب فی ردة المحبوب، باب سیوم فصل ششم در بیان مکروہات طواف، ص ۱۵۲

۹۷۔ بہار الشریعت، ج ۱، فصل ششم، باب ۱۱، ص ۷۵

کتاب 'لُبَاب' میں مستحب بات طواف کے بیان میں لکھا ہے:

الإسرار بالذكر والأدعية (۹۸)

یعنی، دوران طواف ذکر اور دعاؤں میں اخفاء مستحب ہے۔

تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ کراہت سے مراد کراہت تریبی ہے کہ کراہت انتخاب کے مقابلے میں مذکور ہے، اگر کوئی یہ کہے کہ فقہاء کرام نے طواف میں ذکر و دعا کے اخفاء کو مسنون بھی لکھا ہے تو کراہت سنت کے مقابلے میں مذکور ہونے کی وجہ سے تریبی کیسے رہے گی۔ اس کا جواب یہ ہوگا کہ اس سے انکار نہیں ہے کہ فقہاء کرام نے اخفاء کو مسنون بھی لکھا ہے جیسا کہ علامہ ابو بکر علی حدادی حنفی متوفی ۸۰۰ھ لکھتے ہیں:

و السنة أن يخفي صوته بالدعاء (۹۹)

یعنی، سنت یہ ہے کہ دعا آہستہ آواز سے ہو۔

اور کراہت اگر سنت کے مقابلے میں مذکور ہو تو بھی تریبی ہی ہوتی ہے جیسا کہ اہل علم پر تحقیق نہیں ہیں لیکن اخفاء آواز کو واجب بھی کہا گیا ہے جیسا کہ مؤلف علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۳ھ صاحب لُبَاب کی عبارت کہ "دوران طواف ذکر و دعا میں اخفاء مستحب ہے" کے تحت لکھتے ہیں

وقه بحث لأنه يحب الإخفاء إذا كان الحشر مشوشاً
للطائفين والمصلين، فقد صرح ابن الضياء أن رفع الصوت في
المسجد حرام ولو بالذكر (۱۰۰)

یعنی، اس میں بحث ہے کیونکہ طواف میں اخفاء واجب ہے جب کہ جہر ایسا ہو کہ طواف کرنے والوں اور نماز پڑھنے والوں کو پریشانی میں ڈال دے، پس ابن الضیاء حنفی (قاضی و مفتی مکہ متوفی ۸۵۴ھ) نے تصریح فرمائی (۱۰۱) ہے کہ مسجد میں آواز بلند کرنا حرام ہے اگرچہ ذکر کے

۹۸۔ آلب المناسک (مع شرحه لنقلی)، باب أنواع الأظرف، فصل فی مستحبات

۹۹۔ الحررة النيرة، المسند (۱)، کتاب الحج، ص

۱۰۰۔ المناسک المنقطة، ص ۱۷۹-۱۸۰

۱۰۱۔ البحر العمیق، المسند (۲)، آلب العشر فی دخول مكة وفي الطواف والسعي، فصل فی بیان

ساتھ ہو۔

اور یہاں کراہت واجب کے مقابلے میں ہے لہذا تحریمی ہوگی کہ ناٹکلی۔ اس لئے ثابت ہو گیا کہ دوران طواف بلند آواز سے ذکر و دعا مکروہ تحریمی بھی ہے اور تنزیہی بھی۔ اب یہ بات کہ کب تحریمی ہے اور کب تنزیہی یا کس صورت میں تحریمی ہے اور کس میں تنزیہی یا آواز کتنی بلند ہو تو کراہت تحریمی ہوگی اور کتنی ہو تو تنزیہی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس بارے میں فقہاء کرام کے اقوال و عبارات پر غور کرنے سے جو نتیجہ سامنے آیا وہ یہ ہے کہ اگر آواز اتنی بلند ہے کہ اس کا ضرر کسی دوسرے کو نہ پہنچتا ہو بلکہ پڑھنے والے کی اپنی ذات کو ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہو تو کراہت تنزیہی ہے جیسے ریاء و سمعہ کا اندیشہ، اسی لئے صدر الشریعہ محمد امجد علی لکھتے ہیں:

دعا اور درود آہستہ پڑھو کہ اپنے کان تک آواز آئے، مطلقاً (۱۰۲)

اور اگر آواز اتنی بلند ہے کہ دوسروں کو ایذا کا سبب بنے، طواف کرنے والوں اور نماز پڑھنے والوں کو پریشانی میں مبتلا کرے تو کراہت تحریمی ہوگی جیسا کہ مولا علی قاری کی مندرجہ بالا سطور میں مذکور عبارت سے ظاہر ہے اور مکروہات طواف میں مذکور مدغمہ رحمت اللہ سندھی حنفی کی عبارت ”رفع الصوت الحج“ کے تحت مولا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

لکی بحیث یشتوش علی الطائفین و المصلین (۱۰۳)

یعنی، (طواف میں آواز بلند کرنا اگرچہ تلاوت قرآن، ذکر و دعا کے ساتھ آواز بلند کرے مکروہ ہے) اس حیثیت سے کہ طواف کرنے اور نماز پڑھنے والوں کو پریشانی میں ڈال دے۔

اور مفتی عبدالواحد قادری لکھتے ہیں:

ایسی آواز سے طواف کی دعائیں پڑھنا جس سے دوسرے طواف کرنے والے لیا نماز پڑھنے والے کو تشویش و پریشانی ہو مکروہ ہے، اُن پیشوروں کی نقل اُتارنے سے بچے جو خود بھی زور زور سے دعائیں پڑھتے اور

۱۰۲۔ بہار شریعت حصہ (۶) طواف کا طریقہ اور دعائیں، ص ۳۶۸

۱۰۳۔ المسالك المنقطعة في المناسك المتوسطة باب انواع الاطراف، فصل في مكروهاته، ص ۱۸۴

دوسروں کو پڑھواتے ہیں۔ (۱۰۴)

اور آواز کی وہ ہندی جو دوسروں کے لئے پریشانی کا باعث ہوتی ہے اُسے اردو میں چلا کر پڑھنا کہتے ہیں، چنانچہ علامہ محمد سلیمان اشرف لکھتے ہیں:

وہ دوس باتیں ہیں جن سے طواف مکروہ ہو جاتا ہے ان کی تفصیل یہ ہے:

(۱۰۰) قرآن کی آیت یا دعا یا درود چلا کر پڑھنا (۱۰۰)

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی لکھتے ہیں:

دعا اور درود چلا کر نہ پڑھو جیسے مطلقاً پڑھایا کرتے ہیں۔ (۱۰۶)

لہذا دوران طواف دعائیں وغیرہ چلا کر پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور اتنی آواز سے پڑھنا کہ خود کے ریاء و سمعہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے، ریاء و سمعہ کا اندیشہ اس طرح ہے کہ جہر پڑھنے کی صورت میں دوسرے اس کی اقتداء میں لگ جائیں گے تو پڑھنے والے کا ریاء و سمعہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ پیدا ہو جاتا ہے مولا علی قاری نے اسی طرح لکھا ہے۔

اسی لئے صاحب الثبابت نے لکھا کہ دوران طواف ذکر اور دعائوں میں اختفاء مستحب ہے اور اس سے مراد اتنا اختفاء ہے کہ جس سے ریاء و سمعہ میں پڑھنے کا اندیشہ نہ رہے، چنانچہ مولا علی قاری حنفی نے اس کے تحت لکھا:

لعلہ لراد بالاسرار المبالغہ فی الإختفاء تبعيداً عن السمع و

الرياء (۱۰۷)

یعنی، شاید مصنف کی آہستہ پڑھنے سے مراد آہستہ پڑھنے میں مبالغہ کرنا ہے کہ جو سمعہ اور ریاء سے دور ہو۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الاحد ۲۹ ذی القعدة ۱۴۲۸ھ، ۹ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 08-F)

۱۰۴۔ حج کے مسائل مع نیابت حرمین طواف کے مسائل، ص ۵۳-۵۴

۱۰۵۔ الحج محمد سلیمان اشرف، ص ۱۰۰

۱۰۶۔ بہار شریعت حصہ ششم طواف کا طریقہ اور دعائیں، ص ۳۶۸

۱۰۷۔ المسالك المنقطعة في المناسك المتوسطة باب انواع الاطراف، فصل في مستحباته، ص ۱۸۰

حالت طواف میں نماز کی طرح ہاتھ باندھنا

استفتاء۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حالت طواف میں نماز کی طرح ہاتھ باندھنا شرعاً کیسا ہے کچھ لوگ اسے مستحب سمجھتے اور کچھ مکروہ کہتے ہیں براۓ مہربانی اس مسئلہ کو ہمارے لئے واضح فرمادیں؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

بسم اللہ تعالیٰ وتقدس الجواب: طواف کرنے والے کو چاہئے کہ وہ اپنے ہاتھ کھلے رکھے نماز کی طرح ناف کے نیچے یا سینے پر ہاتھ نہ باندھے چنانچہ مؤلف علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۳ھ لکھتے ہیں:

و اما ما توقعه بعض من لا رواية له ولا رواية من استحباب وضع اليدين كالصلاة فهو بشاءه من غفلة عما تواتر من فعله تحبب من الإرسال في الطواف، فليس فوق أدبه ربه أدب مستحب، ولا فوق آداب الأصحاب و أتباعهم من الأئمة الأربعة وإجماعهم، ويكفي للمستند عدم ذكره في مسالكهم (۱۰۸)

یعنی، مگر جو بعض ایسے لوگوں نے وہم کر لیا ہے جس کے پاس نہ کوئی روایت ہے اور نہ اسے روایت ہے کہ طواف میں نماز کی طرح ہاتھ رکھنا مستحب ہے پس وہ طواف میں ہاتھ چھوڑنے کے بارے میں یہ (حضور کے) متواتر (فعل) سے غفلت کی پیداوار ہے، پس آپ ﷺ کے اپنے رب کا ادب کرنے سے بڑھ کر کوئی ادب مستحب نہیں اور نہ اصحاب اور اُن کے اتباع ائمہ اربعہ کے ادب اور اُن کے اجماع سے بڑھ کر کوئی ادب ہے، اور عقائد کے لئے اُن کا اپنے مناسک میں اسے ذکر نہ کرنا کافی ہے۔

۱۰۸۔ المسند المصنف في المناسك المتوشع باب أنواع الأضحية فصل في مستحباته

ص ۱۷۷ ۱۷۸

علامہ حسین بن محمد سعید عبد الغنی مکی نے مؤلف علی قاری کی اس بات پر اعتراض کیا ہے کہ حضور ﷺ کا متواتر فعل طواف میں ہاتھ چھوڑنا تھا چنانچہ لکھتے ہیں:

فيه أن الأحاديث ساكنة عن الوضع والإرسال، وما أتى بحديث فيه التصريح بالإرسال فكيف يقول تواتراً (۱۰۹)

یعنی، احادیث ہاتھ باندھنے اور ہاتھ چھوڑنے کے ذکر سے خاموش ہیں اور مؤلف علی قاری ایسی حدیث بھی نہیں لائے کہ جس میں ہاتھ چھوڑنے کی تصریح ہو پھر وہ تواتر کی بات کیسے کرتے ہیں؟

اور مؤلف علی قاری حنفی نے طواف میں ہاتھ باندھنے کو مکروہ قرار دیا ہے چنانچہ بحث کے آخر میں لکھتے ہیں:

و بهما يتبين أنه يقال: أن الوضع مكروه لأنه خلاف سنة المأثورة (۱۱۰)

یعنی، اور اس سے ظاہر ہو گیا کہ کہا جائے طواف میں ہاتھ باندھنا مکروہ ہے کیونکہ یہ سنت مأثورہ کے خلاف ہے۔

اور فقہاء کرام نے اسے تسلیم کیا ہے کہ حالت طواف میں ہاتھ باندھنا مستحب نہیں ہے لیکن مؤلف علی قاری کے قول کہ ”اسے مکروہ کہا جاسکتا ہے“ کو تسلیم کرنے سے توقف لیا ہے چنانچہ خود محمد ہاشم ٹنڈوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

قائده: آنچه گمان برده اند بعض مردم کہ دست بستن در حال طواف بر ہیئت نماز مستحب است آن صحیح نیست چرا کہ ثابت نہ شدہ بستن دست در حال طواف از حضرت سید عالم ﷺ و نہ از صحابہ و تابعین و نہ از ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم پس نباشد مستحب اصلاً آری اگر بدست رعایت ادب و تعظیم و احتضار قلب دست بست با کے نباشد آنچه شیخ علی قاری حکم بکراہت آن

۱۰۹۔ لاشد السوری إلى مناسك الملاعی قری، باب أنواع الأضحية فصل في مستحباته ص ۱۷۷

۱۱۰۔ المسند المصنف في المناسك المتوشع باب أنواع الأضحية فصل في مستحباته ص ۱۷۹

مطلق مودہ است محل نظر است واللہ تعالیٰ اعلم (۱۱۱)

یعنی، قائدہ وہ جو بعض لوگوں نے عثمان کرلیا ہے کہ طواف کی حالت میں نماز کی بیعت میں ہاتھ باندھنا مستحب ہے وہ صحیح نہیں کیونکہ طواف کی حالت میں ہاتھ باندھنا حضرت سید عالم ؐ سے ثابت نہیں اور نہ صحابہ و تابعین سے اور نہ ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم تمیحا سے تو یہ اصلاً مستحب نہ ہو گا، سوائے اس کے کہ اگر حنفی و عہدیت ادب، تعظیم و حضور قلبی ہاتھ باندھ لے تو حرج نہ ہو گا اور وہ جو عملاً علی قاری نے مطلقاً کراہت کا حکم لگا دیا ہے وہ محل نظر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

لہذا اختلاف سے بچنے کے لئے دوران طواف ہاتھ نہ دھے اور اس پر تو اتفاق ہے کہ ہاتھ باندھنا مستحب نہیں ہے کہ احتیاب پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الاثنین، دو الحجة ۱۴۲۸ھ، ۱۰ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 09-F)

دوران طواف سینہ یا پیٹھ کعبہ کی طرف کرنے کا حکم

استفتاء۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ دوران طواف سینہ یا پیٹھ کعبہ شریف کی طرف ہو جانے کا شرع شریف میں کیا ممنوع ہے یا نہیں اور اگر ممنوع ہے تو ایسا ہوجانے کی صورت میں کیا کرنا چاہئے؟

(السائل: امان الحق بن اکرام الحق، مکہ مکرمہ)

بسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب حالت طواف میں سینہ یا پیٹھ کعبہ کی طرف کرنا ممنوع ہے، اگر ہو جائے تو جتنا فاصلہ کعبہ اللہ کو سینہ یا پیٹھ کئے ہوئے تھا اُسے دہرا لے، چنانچہ مفتی عبدالواحد قادری (مصحف فتاویٰ یورپ) لکھتے ہیں:

حالت طواف میں سینہ یا پیٹھ کعبہ شریف کی طرف نہیں ہونا چاہئے اور اگر

ہو جائے تو جتنا فاصلہ سینہ یا پیٹھ کئے ہوئے طے کیا ہو اس کو پھر سے دہرائے اور افضل یہ ہے کہ اس چکر کو نئے سرے سے کر لے۔ (۱۱۲) اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

اگر کسی نے اس کے خلاف طواف کیا مثلاً بائیں طرف سے شروع کیا کہ کعبہ معظمہ طواف کرنے والے کے سیدھے ہاتھ کو رہایا کعبہ معظمہ کو منہ یا پیٹھ کر کے آڑا آڑا طواف کیا یا حجر اسود سے طواف شروع نہ کیا تو جب تک مکہ معظمہ میں ہے اے وہ کرے وہاں سے چلا گیا تو ذمہ واجب ہے۔ (۱۱۳) اور محمد دوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں

آنکہ گردانید بیت را بسوی روئی خود یا بسوی پشت خودی رفت بسوی پہلوئے یمن یا یسار خود و جمیع این صو مرتکب شد فعل حرام را و واجب باشد بر و سعادہ آن طواف بر تقدیر عدم اداء لازم آید بر وی (۱۱۴) یعنی، یہ کہ بیت اللہ کو اپنے چہرے کی طرف رکھے یا اپنی پشت کی جانب اور (طواف میں) اپنے دائیں یا بائیں پہلو کی طرف چلے، ان تمام صورتوں میں وہ حرام فعل کا مرتکب ہوا اور اس پر اس طواف کا اعادہ واجب ہے اور اعادہ نہ کرنے کی صورت میں اُس پر ذمہ لازم آئے گا۔

اور عملاً علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۳ھ بعض لوگوں کی طواف میں عجیب حرکات کے مشاہدہ کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

فإنه لا شك أنه يحرم عليه لاشتماله على الإقبال والإدبار، و

المشي باليمين و اليسار (۱۱۵)

۱۱۲ حج کے مسائل مع زیارات حرمین طواف کے مسائل ص ۵۰

۱۱۳ بہار شریعت، حصہ ششم طواف کے مسائل ص ۳۶۸

۱۱۴ حجة القلوب فی زیارة المحبوب، باب دوم فصل دوم ذوی شرائط، صحت طوافہ، اما

واجبات طواف الحج، پنجم، ص ۱۱۹

یعنی، اس میں کوئی شک نہیں کہ اس پر وہ حرام ہے کیونکہ (اس کی وہ حرکت طواف میں) کعبہ کو اپنے سامنے رکھنے اور کعبہ کی طرف پشت کرتے اور دائیں بائیں چلنے پر مشتمل ہے۔

مندرجہ بالا عبارت سے ثابت ہوا کہ طواف کعبۃ اللہ کو سینہ کرنا یا پیٹھ کرنا حرام ہے اور جو قاصداً اس حال میں طے ہو گا اسے طواف سے شمار نہیں کیا جائے گا، لہذا اس کا اعادہ لازم ہو گا، اور اعادہ نہ کرنے کی صورت میں دم۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الاثنين، ذی الحجة ۱۴۲۸ھ، ۱۰ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 10 F)

عمرہ کا احرام باندھ کر آنے والا اور طواف تحیۃ المسجد

استفتاء کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ طواف تحیۃ المسجد مستحب ہے کہ عمرہ کرنے والے احرام باندھ کر آیا تو وہ کیا کرے؟ طواف تحیۃ المسجد ادا کرے پھر عمرہ کا طواف؟

(السائل:-)

بسم اللہ تعالیٰ و تقدس الجواب فقہاء کرام نے لکھا ہے طواف تحیۃ المسجد مستحب ہے جیسا کہ علامہ رحمۃ اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

السادس طواف تحیۃ المسجد و هو يستحب لكل من دخل

المسجد (۱۱۶)

یعنی، چھٹا طواف، طواف تحیۃ المسجد ہے اور یہ ہر اس شخص کے لئے مستحب ہے جو مسجد حرام میں داخل ہو۔

اور یہ استنباب اس وقت ہے جب آنے والے پر کوئی ایسا طواف نہ ہو جو اس سے قوی ہو جیسے فرض یا واجب یا سنت، اگر آنے والے پر فرض یا واجب یا سنت طواف ہے تو پھر اس

کے حق میں انگ سے طواف تحیۃ المسجد مستحب نہیں بلکہ، وہ جو بھی طواف ادا کرے گا اس سے یہ طواف ادا ہو جائے گا۔ چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ سندھی اور مولانا علی قاری لکھتے ہیں:

إلا إذا كان عليه غيره أي من الأطوفة فيقوم هو أي ذلك الغير

مقامه أي يوب مائة، و يدخل في ضمنه كالمعتمر أهم من

أن يكون متمتعاً أولاً، فإنه يطوف طواف فرض العمرة و

يطرح فيه طواف تحية المسجد، كما ارتفع به طواف القدوم

الذي هو أقوى من طواف تحية المسجد، و كذا إذا دخل

المسجد من عليه فرض أو غيره فصلّى ذلك، فإنه قام مقام

صلاة تحية المسجد، ذلك لأن تحية هذا المسجد الشريف

بخصوصه هو الطواف، لا إذا كان له مانع، فحينئذ يصح تحية

المسجد، لم يكن وقت كراهية الصلاة (۱۱۷)

یعنی، (مسجد الحرام میں داخل ہونے والے کے لئے طواف تحیۃ المسجد

مستحب ہے) مگر جب اس پر اس کا غیر اور طواف لازم ہو تو وہ طواف

تحیۃ المسجد کا غیر طواف اس (طواف تحیۃ المسجد) کے قائم مقام ہو جائے

گا اور یہ اس کے ضمن میں داخل ہو جائے گا، جیسے معتزل قطع نظر اس سے کہ

وہ مفتتح ہو یا نہ ہو تو وہ عمرہ کا فرض طواف کرے گا تو اس (طواف فرض)

میں طواف تحیۃ المسجد مندرج ہو جائے گا، جیسے اس (طواف عمرہ) کی وجہ

سے طواف قدوم اٹھ جاتا ہے جو کہ طواف تحیۃ المسجد سے زیادہ قوی ہے،

جیسا کہ مسجد میں ایسا شخص داخل ہو کہ جس پر فرض یا اس کی غیر کوئی نماز

ہو اور وہ اسے ادا کرے تو وہ نماز تحیۃ المسجد کے قائم مقام ہو جاتی ہے،

کیونکہ خصوصاً اس مسجد شریف کی تحیۃ طواف ہے مگر جب کہ اس کی

ادائیگی سے کوئی مانع ہو تو اس وقت (مسجد الحرام آنے والا) اگر مکروہ

وقت نہ ہو تو تحیۃ المسجد (نماز) پڑھے۔

لہذا عمرہ کا احرام باندھ کر مسجد الحرام آنے والا عمرہ کا طواف کرے گا اور اس سے طواف تحیۃ المسجد بھی ادا ہو جائے گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الجمعة دی الحجة ۱۴۲۸ھ، ۱۴ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 14 F)

طواف کے پھیروں میں شک واقع ہونے پر کیا کرے؟

استفسار کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ طواف کرتے وقت کبھی کبھار طواف کے پھیرے بھول جاتے ہیں یا نہیں رہتا کہ کتنے ہوئے ہیں جیسے شک ہو گیا کہ چھ ہوئے ہیں یا سات تو ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے؟

(السائل:-)

بِسْمِ اللَّهِ تَعَالَى وَتَقْدِيسِ الْجَوَابِ شك اگر فرض طواف یعنی طواف زیارت یا طواف عمرہ واجب جیسے طواف وداع میں واقع ہوا ہو تو اعادہ کرے چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ بن قاضی عبداللہ بن قاضی امیر ایم سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و لو شك في عدد الأشواط (أي بالزيادة أو النقص) في الركن

(أي ركن الحج) أو العمرة أعاده (أي احتياطاً) ولا يسي على

عالب ظنہ (۱۱۸)

یعنی، اگر طواف رکن یعنی حج یا عمرہ کے طواف کے پھیروں میں زیادہ یا

کم ہونے کا شک واقع ہوا تو احتیاطاً اعادہ کرے اور اپنے غالب گمان

پر ہٹا نہ کرے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۴۵۲ھ لکھتے ہیں:

تسبیہ: لو شك في عدد الأشواط في طواف الركن أعاده، ولا

۱۱۸۔ ألبان المناسك (مع شرحه للقرطبي) باب أنواع الأشرطة فصل في مسائل شتى، ص ۱۸۴

یسی علی غالب ظنہ (۱۱۹)

یعنی، اگر طواف رکن کے پھیروں میں شک واقع ہوا تو اعادہ کرے اپنے غالب گمان پر ہٹا نہ کرے۔

اور عملاً علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و الظاهر أن الطواف الواجب في حكم الركن لأنه فرض

عملی (۱۲۰)

یعنی، ظاہر ہے کہ طواف واجب رکن کے حکم میں ہے کیونکہ فرض عملی ہے۔

اور محمد دوم محمد ہاشم نقشبوی حنفی متوفی ۱۱۷۳ھ لکھتے ہیں:

اگر شک افتاد و در عدد اشواط، پس اگر طواف فرض است چنانکہ طواف

زیارت و طواف عمرہ واجب است چنانکہ طواف وداع اعادہ کند اور

از سر نو ہٹا نہ کند بر غالب ظن بر خلاف نماز (۱۲۱)

یعنی، اگر طواف کے پھیروں میں شک واقع ہوا، پس اگر طواف فرض ہے

جیسے طواف زیارت اور طواف عمرہ یا واجب ہے جیسے طواف وداع تو اس کا

از سر نو اعادہ کرے، غالب گمان پر ہٹا نہ کرے بر خلاف نماز کے۔

اور اعادہ سے مراد اس پھیرے کا اعادہ کرے کہ جس میں شک واقع ہوا یعنی شک ہو کہ

چھ پھیرے ہوئے ہیں یا سات تو چھ سمجھے چنانچہ عدہ شامی کی عبارت ”لو شك في عدد

الأشواط في طواف الركن أعاده الخ“ کے تحت علامہ رافعی لکھتے ہیں

أي أعاد الشوط الذي شك فيه، ليس المراد أن يعيد الطواف

كله، كما مرّ بظهور (۱۲۲)

۱۱۹۔ رد المحتار علی الدر المختار، المحدث (۳)، کتاب (۵) الحج، مطلب فی طواف القدوم ص ۵۸۲

۱۲۰۔ المسلك المتقسط، ص ۱۸۴

۱۲۱۔ حجة القلوب فی روضة المحبوب، باب سیرم فصل هشتم، ص ۱۵۴

۱۲۲۔ تقریرات الرافعی علی رد المحتار، المحدث (۳)، کتاب الحج، مطلب فی طواف القدوم ص ۵۸۲

یعنی، اعادہ کرنے سے مراد ہے کہ اس پھیرے کا اعادہ کرے کہ جس میں شک واقع ہوا، یہ مراد نہیں ہے کہ پھرے طواف کا اعادہ کرے، جیسا کہ ظاہر ہے۔

اور اگر شک فرض یا واجب طواف کے علاوہ میں واقع ہوا ہو تو اس پھیرے کا اعادہ نہ کرے بلکہ غالب گمان پر عمل کرے۔ چنانچہ مؤلف علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۳ھ لکھتے ہیں

ثم مفهوم المسألة أنه إذا شك في عدد أشواط غير الركن لا يعيده بل يبنى على غلبة ظنه لأن أمر غير الفرض مبنى على التوسعة (۱۲۲)

یعنی، پھر مسئلہ کا مفہوم یہ ہے کہ اگر غیر رکن (واجب طواف کے پھیروں کی تعداد میں شک واقع ہو جائے تو اس کا اعادہ نہ کرے بلکہ اپنے غالب گمان پر بنا کرے کیونکہ امر غیر فرض گنجائش پر مبنی ہے۔

اسی طرح علامہ شامی نے اسے مؤلف علی قاری کے حوالے سے رد المحتار (۱۲۴) نقل کیا ہے۔

اور محمد دوم محمد ہاشم ٹھٹھوی لکھتے ہیں:

و اگر طواف غیر فرض است و غیر واجب است اعادہ نکرند اورا بلکہ بنا کنند بر غالب ظن خود (۱۲۵)

یعنی، اگر طواف غیر فرض ہے اور غیر واجب ہے تو اس کا اعادہ نہ کرے بلکہ اپنے غالب گمان پر بنا کرے۔

اور بعض علماء کرام طواف کے پھیروں کی تعداد میں شک کے معاملے کو نماز میں تعداد رکعات میں شک واقع ہونے کی مثل قرار دیتے ہیں چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ سندھی ضیفہ ترمذی

۱۲۲۔ المسئلة المنقطعة في المسئلة المتوسطة باب انواع الاطراف فصل في مسائل شتى، ص ۱۸۱

۱۲۳۔ رد المحتار، المسئلة (۳)، کتاب الحج، ص ۵۸۲

۱۲۴۔ حجة القبول في رتبة المحبوب، باب سيرة، فصل هشتم، ص ۱۵۴

کے ساتھ لکھتے ہیں:

قال: إذا كان يكثر ذلك يتحري (۱۲۶)

یعنی، کہا گیا کہ جب شک کثرت سے ہو تو تحری کرے۔

اور محمد دوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

بعضی گفتہ اند کہ حکم شک در طواف مثل حکم او در نماز است مطلقاً اگر چه طواف فرض باشد یا غیر او پس بر این روایت احتیاط کند طواف را اگر شک اول مرتبہ باشد و اگر بسیار باشد تحری کند و بنا کنند بر غلبہ ظن اگر داشته باشند و الا بنا کنند بر اقل چنانکہ در نماز (۱۲۷)

یعنی، بعض علماء فرماتے ہیں کہ طواف میں شک کا حکم مطلقاً نماز میں شک کے حکم کی مثل ہے اگر چه طواف فرض ہو یا غیر فرض، پس اس روایت کی بنا پر شک اگر پہلی بار واقع ہوا ہے تو از سر نو طواف کرے گا اور اگر شک کثرت سے ہو تو غور و فکر کرے اور اگر کوئی غالب گمان ہو تو اس پر بنا کرے ورنہ کم تر پہنا کرے جیسا کہ نماز میں۔

یہ حال پہلی روایت یا پہلے قول معتبر ہے کہ دوسرے قول کو علامہ رحمۃ اللہ سندھی نے ”قل“ کے صیغے کے ساتھ ذکر کیا ہے جو اس کے ضعف پر وال ہے اور محمد دوم محمد ہاشم ٹھٹھوی نے ”بعضی گفتہ اند“ کہہ کر نقل کیا جو اس کے محتمل نہ ہونے کی دلیل بنا جیسا کہ مندرجہ بالا سطور میں ہے اور علامہ شامی نے ”رد المحتار“ میں صرف پہلے قول کو ہی نقل کیا دوسرا قول ذکر نہیں کیا۔ اور پھر علماء کرام نے لکھا ہے اگر کوئی عادل شخص پھیروں کی تعداد بتا دے تو شک واقع ہونے کی صورت میں مستحب ہے کہ اس کے قول پر عمل کیا جائے، چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ سندھی لکھتے ہیں:

و لو أخبره عدل بعدد يستحب أن يأخذ بقوله (۱۲۸)

۱۲۶۔ كتيب المناسك (مع شرحه لنقل)، ص ۱۸۴

۱۲۷۔ حجة القبول في رتبة المحبوب، باب سيرة، فيك طواف و انواع آ، فصل هشتم، ص ۱۵۴

مسائل مصرفه النسخ، ص ۱۵۴، ۱۵۵

۱۲۸۔ كتيب المناسك

یعنی، اگر اُسے کسی عادل شخص نے طواف کے پھیروں کی تعداد کی خبر دی تو مستحب ہے کہ اس کے قول کو لے لے۔

اور اس کے تحت مولا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

أى احتياطاً قيصافيه الاحتياط، فيكذب نفسه لاحتمال نميانه، و يصدق له لأنه عدل لا غرض له في خبره (۱۲۹)

یعنی، اس معاملے میں کہ جس میں احتیاط ہے احتیاط کے طور پر اس کے قول کو لے گا اور اپنی بھول کے احتمال کی وجہ سے اپنے نفس کو جھٹکا دے گا اور اس کی تصدیق کرے گا کیونکہ خبر دینے والا عادل ہے اور خبر دینے میں اس کی (اپنی) کوئی غرض نہیں۔

اور اگر دو عادل خبر دیں تو ان کی خبر پر عمل واجب ہے چاہے اسے پھیروں کی تعداد میں شک واقع ہوا ہو یا نہ چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و لو أخبره عدلان و حب العمل بقولهما (۱۳۰)

یعنی، اگر اسے دو عادل خبر دیں تو اُسے ان کے قول پر عمل کرنا واجب ہے۔ اس کے تحت شارح مولا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

أى إن لم يشك لأن يعلم من خبر من علم واحد، و لأن إخبارهما بمنزلة شاهدين على إنكاره في فعله أو إقراره (۱۳۱)

یعنی، اگرچہ شک واقع نہ ہوا ہو کیونکہ دو کا علم ایک کے علم سے بہتر ہے اور اس لئے کہ دو عادلوں کا خبر دینا اس کے اپنے کام سے انکار اور اقرار پر دو گواہوں کے مرتبے میں ہے۔

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الأحد، ۷ ذی الحجۃ ۱۴۲۸ھ، ۱۶ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 19-F)

- ۱۲۹۔ المسند المتقسط فی المناسک المتوسط باب أنواع الأشرطة فصل فی مسائل شتى، ص ۱۸۴
- ۱۳۰۔ ألباب المناسک
- ۱۳۱۔ المسند المتقسط فی المناسک المتوسط باب أنواع الأشرطة فصل فی مسائل شتى، ص ۱۸۴

دوران طواف چیل وغیرہ پہننے کا حکم

استفتاء۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ جوتے پہن کر بعض چیل پہن کر مسجد حرام اور مطاف میں پھرتے ہیں اور طواف کرتے ہیں، شریعت مطہرہ میں اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(السائل: محمد عمران، الفتاویٰ حج و عمرہ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: دوران طواف پاکہ صاف جوتے یا موزے پہننے کو فقہاء کرام نے مباحات میں ذکر کیا ہے اور ساتھ ہی اسے بے اہلی شمار کیا ہے جب کہ بلا عذر پہنے اور اگر پاک نہ ہوں تو مکروہ قرار دیا ہے اور بعض فقہاء احناف نے بلا عذر مطلقاً مکروہ قرار دیا ہے، چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ سندھی حنفی مباحات طواف کے بیان میں لکھتے ہیں:

والطواف في نعل أو تحف إذا كانا طاهرين (۱۳۲)

یعنی، چیل یا موزے میں طواف (مباح ہے) جب کہ وہ پاک ہوں۔

اور دوسری فصل میں لکھتے ہیں:

و الطواف متعللاً بترك الأدب (۱۳۳)

یعنی، چیل پہن کر طواف کرنا ترکِ ادب ہے۔

اور مولا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

لكس في المعلمين و لو طاهرين ترك الأدب كما ذكره في

”البدائع“ (۱۳۴) إلا أنه محمول على حال عدم العذر (۱۳۵)

یعنی، لیکن چیل پہن کر طواف کرنا اگرچہ پاک ہوں ترکِ ادب ہے جیسا کہ

اسے ”بدائع الصنائع“ میں ذکر کیا مگر وہ عذر کی حالت پر محمول ہے۔

- ۱۳۲۔ ألباب المناسک (مع شرحه للقلی)، باب أنواع الأشرطة فصل فی مسائل شتى، ص ۱۸۱
- ۱۳۳۔ ألباب المناسک (مع شرحه للقلی)، باب أنواع الأشرطة فصل فی مسائل شتى، ص ۱۸۵
- ۱۳۴۔ بدائع الصنائع، المجلد (۶)، کتاب الحج فصل فی شروط طواف الزیادہ و وجبتہ، ص ۷۵
- ۱۳۵۔ المسند المتقسط فی المناسک المتوسط، ص ۱۸۱

اور اگر پاک نہ ہوں تو مکروہ ہے چنانچہ ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:
و إلا ھکون مکروہ (۱۳۶)

یعنی، اگر پاک نہ ہوں تو مکروہ ہے۔

لیکن مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ نے مطلقاً مکروہ لکھا ہے چنانچہ مکروہ بات طواف کے بیان میں لکھتے ہیں:

طواف کردن با نعل چون بغیر غدا رہا شد چه مکروہ است دخول مع النعل در مسجد مطلقاً اگر چه در حالہ غیر طواف باشد (۱۳۷)

یعنی، چپل کے ساتھ طواف کرنا مکروہ ہے جب کہ بلا عذر ہو کیونکہ چپل کے ساتھ مسجد میں داخل ہونا مطلقاً مکروہ ہے اگر چه غیر طواف کی حالت میں ہو۔

ملا علی قاری حنفی نے ترک ادا کی دلیل بیان کرتے ہوئے لکھا کہ:

أی المستفاد من قوله تعالى: ﴿لَا تَخْلَعْ نَعْلَيْكَ﴾ (طہ: ۱۲) إلا لضرورة التعب (۱۳۸)

یعنی، ترک ادا اللہ تعالیٰ کے فرمان ”لَا تَخْلَعْ نَعْلَيْكَ“ سے مستفاد ہے مگر کسی ضرورت کی وجہ سے (ہو تو ترک ادا نہیں)۔

جب کہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی نے اسی آیت کو مسجد میں مطلقاً چپل پہن کر جانے کی کراہت کی دلیل کے طور پر ذکر کیا چنانچہ لکھتے ہیں:

لقوله تعالى: ﴿لَا تَخْلَعْ نَعْلَيْكَ﴾ (۱۳۹)

یعنی، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ”لَا تَخْلَعْ نَعْلَيْكَ“۔

۱۳۶۔ المسلك المتقسط في المناسك المتوسطة ص ۱۸۱

۱۳۷۔ حجة القنوب في زيارة المحبوب، باب سوم، فصل ششم، ص ۱۵۳

۱۳۸۔ المسلك المتقسط في المناسك المتوسطة، باب أنواع الأظرفه، فصل في مسائل شتى، ص ۱۸۵

۱۳۹۔ حجة القنوب في زيارة المحبوب، باب سوم، فصل ششم، ص ۱۵۳

ملا علی قاری حنفی نے اسے ترک ادا قرار دیتے ہوئے ”بدائع الصنائع“ کا حوالہ دیا ہے جیسا کہ مندرجہ بالا طور میں ہے اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی نے کراہت کا قول ذکر کرنے کے بعد ”بدائع الصنائع“ کے حوالے سے ترک ادا کے قول کو بھی ذکر کیا ہے جو کہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ قول اُن کے نزدیک رائج نہیں ہے اور کراہت کے قول کا حوالہ ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

كما صرح به في الفتاوى السراجية و غيرها (۱۴۰)

یعنی، اسی طرح ”فتاویٰ سراجیہ“ وغیرہ میں (کراہت کے قول کی) تصریح کی ہے۔

اور ”فتاویٰ سراجیہ“ کی عبارت مندرجہ ذیل ہے:

دخول المسجد متنعلاً مکروہ، قال الله تعالى: ﴿لَا تَخْلَعْ نَعْلَيْكَ﴾ (۴۱)

یعنی، چپل پہن کر مسجد میں داخل ہونا مکروہ ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”لَا تَخْلَعْ نَعْلَيْكَ“

بہر حال کراہت کے قول کو ترجیح دینا زیادہ مناسب ہے کہ جو توں وغیرہ کی پاکی مآور ہوتی ہے جب کہ موزوں کے بارے ملا علی قاری نے اباحت کا قول کیا ہے اور مخدوم صاحب نے بھی ”بدائع“ کے حوالے سے اباحت کو ہی ذکر کیا ہے جب کہ پاک ہوں۔

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الإثنين، ۸ ذی الحجة ۱۴۲۸ھ، ۱۷ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 21-F)

چھت سے طواف کا حکم

استفتاء۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ پہلی یا

۱۴۰۔ حجة القنوب، طی زیارة المحبوب، باب سوم، در بیان طواف، فصل ششم، ص ۱۵۳

۱۴۱۔ الفتاوى السراجية، کتاب الکراہیة، باب المسح، ص ۷۱

دوسری منزل سے طواف کرنے سے طواف ہو جائے گا یا نہیں؟

(السائل: خرم عبدالقادر، مکہ مکرمہ)

بِسْمِ اللَّهِ تَعَالَى وَتَقْدِسُ الْجَوَابُ: فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ مسجد الحرام کی چھت پر سے طواف کرنا جائز ہے کیونکہ کعبہ کی فضا بھی کعبہ ہے اگرچہ مردوں کے حق میں افضل یہی کہ کعبۃ اللہ کے قریب سے طواف کریں، چنانچہ جواز کے بارے میں علامہ رحمۃ اللہ بن قاضی عبداللہ بن قاضی امیر ایچیم سندھی حنفی شرائط صحیح طواف کے بیان میں لکھتے ہیں:

و فی المسجد ولو علی سطحہ (۱۴۲)

یعنی، مسجد الحرام میں طواف درست ہے اگرچہ اس کی چھت پر سے ہو۔ اور مقام طواف کے بیان میں لکھتے ہیں:

و لو علی سطح المسجد و لو مرتفعاً عن البیت (۱۴۳)

یعنی، طواف اگرچہ مسجد کی چھت سے ہو اگرچہ چھت بیت اللہ سے بلند ہو جائز ہے۔

اس کے تحت مولانا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

أی من خلواتہ کما صرح بہ صاحب العایۃ (۱۴۴)

یعنی، بیت اللہ شریف کی دیواروں سے بلند ہو جیسا کہ صاحب غایۃ البیان نے اس کی تصریح کی ہے۔

اور محمد دوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

بچیں جائز است کہ طواف کند بالائی سطح مسجد اگرچہ مرتفع باشد از کعبہ معظمہ (۱۴۵)

یعنی، اسی طرح جائز ہے کہ مسجد کے اوپر چھت سے طواف کرے اگرچہ چھت کعبہ معظمہ سے بلند ہو۔

اور کعبہ کی فضا بھی کعبہ ہے کیونکہ کعبہ اس خطہ ارض کا نام ہے یہاں تک کہ معاذ اللہ کعبہ اگر منہدم ہو جائے تو اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے سے نماز جائز ہو جاتی ہے، چنانچہ مولانا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

لأن حقيقة البيت هو الفضاء الشامل لما فوق البناء من الهوى، و لصحت الصلاة فوق جبل أبي قبيس إجماعاً حتى لو انهدم البيت فعوضاً بالله حار الصلاة إلى البقعة (۱۴۶)

یعنی، کیونکہ بیت اللہ شریف کی حقیقت وہ فضا ہے جو کعبہ معظمہ کی عمارت کے اوپر فضا کو شامل ہے، اسی لئے جبل ابی قبیس کے اوپر بالاجماع نماز جائز ہے یہاں تک کہ فعوضاً باللہ کعبہ معظمہ منہدم ہو جائے تو اس بقعہ مقدسہ کی طرف نماز جائز ہے۔

اور مردوں کے حق میں کعبہ معظمہ کا کرب اور عورتوں کے لئے بھد مستحب ہونے کے بارے میں علامہ رحمۃ اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و أن يكون طوافه قريباً من البيت و للمرأة البعد (۱۴۷)

یعنی، مرد کے لئے طواف میں بیت اللہ کے قریب ہونا اور عورت کے لئے دور ہونا مستحب ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

يوم السبت، ۱۳ ذی الحجۃ ۱۴۲۸ھ، ۲۲ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 26 F)

۱۴۲۔ أبواب المناسك (مع شرحه للقلی)، باب أنواع الأشرطة فصل فی شرائط صحة الطواف ص ۱۶۰

۱۴۳۔ أبواب المناسك (مع شرحه للقلی)، فصل فی مكان الطواف ص ۱۶۵

۱۴۴۔ المسلك المتقسط فی المناسك المتوسطة باب أنواع الأشرطة فصل فی مكان الطواف ص ۱۶۵

۱۴۵۔ حجة القلوب فی زیارة المحجوبہ باب در ذکر صفت دخول مكة معظمہ فصل درہم در

بیک شرائط صحیح طواف ص ۱۶۶

۱۴۶۔ المسلك المتقسط فی المناسك المتوسطة باب أنواع الأشرطة فصل فی مكان الطواف ص ۱۶۵

۱۴۷۔ أبواب المناسك (مع شرحه للقلی)، باب أنواع الأشرطة فصل فی مستحباته ص ۱۷۷

طواف کعبہ اور بے پردگی یا ستر عورت

استفتاء۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ بہت سی عورتیں طواف میں بے پردگی کا مظاہرہ کرتی ہیں، کچھ عورتوں کا لباس انتہائی باریک ہوتا ہے کہ رنگت جھلکتی ہے بالوں کی سی بی نظر آتی ہے کچھ کا پُست کہ اعضا کی ساخت واضح ہوتی ہے، بعض کے کچھ ہال ظاہر، بعض کی نگائیاں وغیرہ ظاہر، بعض بلا احرام چہرہ کھول کر مردوں میں چلتی ہیں، اس سے ان کا طواف پر کیا اثر پڑتا ہے اور اس معاملے میں ان عورتوں کے شوہروں یا وارثوں کی کیا ذمہ داری ہے؟

(السائل: بشکیل، مکہ مکرمہ)

بسم اللہ تعالیٰ و تقدس الجواب۔ طواف میں ستر عورت واجب ہے، چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی (جو سویں صدی ہجری کے علماء میں سے تھے) لکھتے ہیں:

الثالث (ای من الواجبات) ستر العورة (۱۴۸)

یعنی طواف کے واجبات میں سے تیسرا واجب ستر عورت ہے۔ اور اپنی دوسری کتاب ”مناسک کبیر“ میں لکھتے ہیں،

و أمّا السّتر فہو وجوبہ لأجل الطّواف أحد من قوله ﷺ: "أَلَا لَا يَحُجُّنَ بَعْدَ هَذَا الْعَامِ مُشْرِكٌ وَلَا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ عَرَبٌ" بسبب الكشف يمكن نقصان فی الطّواف (۱۴۹)

یعنی مگر ستر (عورت) تو اس کا وجوب طواف کے لئے نبی ﷺ کے اس فرمان سے ماخوذ ہے کہ ”سنو! اس سال کے بعد کوئی مشرک ہرگز حج نہ کرے اور کوئی عجمیت اللہ شریف کا طواف نہ کرے“ پس ستر کے کھلے

۱۴۸۔ کتب المناسک (مع شرحہ للقرنی) باب أنواع الأضواف فصل فی وجبات الطّواف ص ۱۶۸

۱۴۹۔ معجم المناسک و مع المناسک باب أنواع الأضواف فصل فی واجبات الطّواف ص ۱۶۵

ہونے سے طواف میں نقصان آئے گا۔

ستر عورت بنفس خود فرض ہے مگر طواف میں واجب ہے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۷ھ لکھتے ہیں:

ویم از واجبات ستر عورت است و حق طواف اگر چه ستر عورت بنفس خود فرض است (۱۵۰)

یعنی طواف کے واجبات میں سے دوسرا واجب ستر عورت ہے اگر چه ستر عورت بنفس خود فرض ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۳۵۲ھ لکھتے ہیں:

فائدة علیہ واجبا هنا مع أنه مرض مطلقاً لزوم اللہ به (۱۵۱)

یعنی ستر عورت کو یہاں واجب شمار کرنے کا فائدہ مباد جو اس کے مطلقاً فرض ہونے کے اس سے دم کا لزوم ہے۔

ستر سے مراد بدن کا وہ حصہ جس کا چھپانا فرض ہے، مرد کے لئے ناف کے نیچے سے گھٹنوں کے نیچے تک عورت یعنی اس کا ٹھپا یا فرض ہے ناف اس میں داخل نہیں اور کھلنے داخل ہیں بحوالہ ”در مختار“ و ”رد المحتار“۔ آزاد عورتوں کے سارا بدن عورت ہے سوا منہ کی ٹکلی اور ہتھیلیوں اور پاؤں کے ٹکڑوں کے سر کے ننگے ہوئے ہال اور گردن اور نگائیاں بھی عورت ہیں ان کا چھپانا بھی فرض ہے۔ (۱۵۲)

اور اگر ستر کے اتنے کھلے ہوئے حصے کے ساتھ طواف کیا کہ جو نماز میں جائز نہیں یعنی جس کے ساتھ نماز جائز نہیں ہوتی دم واجب ہو جائے گا چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

۱۵۰۔ حیا القلوب فی زیارة المحبوب، باب سہرم فعل دوم ص ۱۱۸

۱۵۱۔ رد المحتار علی الدر المختار المعجل (۴)، کتاب الحج، مطلب فی فروع الحج و وجباتہ

تحت قوله و ستر العورة فیہ ص ۵۴۰

۱۵۲۔ بہار شریعت ج ۱ ص ۱۶۷-۱۷۷

قلو طواف مكشوفاً وحب الدم و قال شلوحه اى قدر ما لا

نحور الصلاة معه (۱۵۲)

یعنی، اگر اتنے کھلے ہوئے جسے کے ساتھ طواف کیا کہ جس کے ساتھ

نماز جائز نہیں تو دم واجب ہو گیا۔

اور وہ حصہ کہ جس کے کھلے ہونے سے نماز نہیں ہوتی اور طواف میں دم لازم آتا ہے ہر عضو کا چوتھائی حصہ ہے اور اگر چند جگہ سے کھلا ہو تو اسے جمع کر کے دیکھا جائے گا اگر کم از کم اس عضو کا چوتھائی حصہ منہا ہے تو اس سے نہ نماز جائز ہوگی اور طواف میں دم لازم ہوگا چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و المانع كشف ربع العضو فمأزاد كما في الصلاة و إن

انكشف أقل من الربع لا يسمع و يجمع المتفرق (۱۵۴)

یعنی، وہ مقدار جو مانع ہے وہ عضو کے چوتھائی حصہ یا زیادہ کا کھلا ہونا ہے جیسا کہ نماز میں اور اگر چوتھائی عضو سے کم کھلا تو مانع نہیں اور متفرق جمع کیا جائے گا۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

طواف کرتے وقت ستر بچھا ہونا (واجب ہے) یعنی اگر ایک عضو کی

چوتھائی یا اس سے زیادہ حصہ کھلا رہا تو دم واجب ہوگا اور چند جگہ کھلا رہا

جمع کریں گے، غرض نماز میں ستر کھلنے سے جہاں نماز قاسد ہوتی ہے

یہاں دم واجب ہوگا۔ (۱۵۵)

اور اگر چند اعضاء تھوڑے تھوڑے کھلے ہوں اور کوئی بھی اس عضو کا چوتھائی نہ ہو تو سب کے مجموعے کو دیکھا جائے کہ کسی بھی عضو کا چوتھائی حصہ منہا ہے تو اس سے بھی دم واجب ہوگا۔

۱۵۲۔ کتب المسند (مع شرحه للقری)، ص ۱۶۸

۱۵۴۔ کتب المسند (مع شرحه للقری)، باب انواع الأطواله فصل فی وجبات الطواف، ص ۱۶۸

۱۵۵۔ بہار الشریعت، حصہ ششم بطواف، ص ۴۳۳

چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھنڈوی حنفی لکھتے ہیں:

چون مكشوف قد رے نازا أعضاء متعدده از هر يكے کمتر از ربع جمع کرده شود

آن همه را چنانکہ در نماز (۱۵۶)

یعنی، اگر چند اعضاء ننگے ہوں مگر ہر ایک چوتھائی سے کم ہو تو سب کو ملنا

کر دیکھا جائے گا جیسا کہ نماز میں (کہ مجموعہ چوتھائی عضو ہے تو وہی حکم

ہوگا جو ایک عضو کے چوتھائی حصہ کے ننگے ہونے کا ہے)۔

اور کتب عضو کسی غرض کی وجہ سے ہو تو دم لازم نہ ہوگا چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھنڈوی لکھتے ہیں:

مگر آنکہ بخلاف رکود باشد (۱۵۷)

یعنی، مگر کسی غرض کی بنا پر ایسا ہوا تو دم واجب نہ ہوگا۔

اور طواف اگر فرض یا واجب ہے تو کتب عورت میں وہی حکم ہے جو بیان ہوا یعنی دم

واجب ہے اور اگر طواف سنت یا نفل ہے تو صدقہ ہے، چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین

شامی معتقد کی عبارت ”دم واجب ہے“ کے تحت لکھتے ہیں:

هكذا في الطواف الواجب، و إلا نحت الصفة (۱۵۸)

یعنی، یہ (دم کا) حکم طواف واجب میں ہے ورنہ صدقہ واجب ہوگا۔

اور اعادہ کرنے کی صورت میں دم ہو یا صدقہ ساقط ہو جائے گی جیسا کہ مندرجہ بالا

سطور میں مذکور عبادات فقہاء سے واضح ہے اور اسی لئے بعض نے پہلے اعادہ کا حکم لکھا ہے اور

اعادہ نہ کرنے کی صورت میں دم کا وجوب لکھا ہے جیسا کہ مخدوم محمد ہاشم ٹھنڈوی حنفی لکھتے ہیں

اگر طواف کر دو حال آنکہ ربع عضو از عورات او مكشوف بود واجب باشد

اعادہ آن طواف مع الستر و اگر اعادہ مگر دم لازم گردو مگر آنکہ ہند کر دو

۱۵۶۔ حيلة القنوب في رواية المحبوب، باب سيوم فصل دوم، ص ۱۱۸

۱۵۷۔ حيلة القنوب، ص ۱۱۸

۱۵۸۔ ردة المحتمل على المنزلة المستندة المجلد (۳)، کتاب (۵) الحج، مطلب فی قروص الحج و

والصلوة، تنہ ص ۵۴۱

باشم (۱۵۹)

یعنی، اگر کسی نے اس حال میں طواف کیا اس حال میں کہ اس کے عضو کا چوتھائی حصہ گھلا ہوا تھا تو اس طواف کا ستر کے ساتھ اعدہ واجب ہے اگر نہ لوٹے گا تو دم واجب ہوگا مگر یہ کہ کسی عذر کی بنا پر ہو تو (دم واجب نہ ہوگا)۔

حاصل کلام

یہ ہے کہ مرد و عورت کے وہ اعضاء کہ جن کا نماز میں ٹھپا ہونا فرض ہے حالت طواف میں ان کا چھپا ہونا واجب ہے اور حالت طواف میں ان میں سے کسی بھی عضو کا چوتھائی حصہ اگر گھلا ہوگا یا حصہ اعضاء کا تھوڑا تھوڑا حصہ گھلا ہو، اور سب کو جمع کیا جائے تو ایک عضو کا چوتھائی ہو جائے تو اس صورت میں طواف فرض یا واجب ہو یا نفل بہر صورت اعدہ واجب ہے اور اعدہ نہ کرنے کی صورت میں فرض، واجب میں دم اور ان کے غیر میں صدقہ لازم ہوگا، اور تمام صورتوں میں تو یہ بھی لازم ہوگی اور اگر کسی ایسے عذر کی بنا پر ہو جو عقد شرع میں مقبول ہو تو نہ دم و صدقہ لازم ہے اور نہ ٹکٹہ۔

ستر کے اعضاء عورت

صدر الشریعہ محمد امجد علی سمکتے ہیں: مرد کے اعضاء عورت نو (۹) ہیں علامہ امبراہیم صلی و علامہ شامی و علامہ مظاہری وغیرہم نے گئے ہیں: ذکر (آلہ تامل) مع سب اجزاء، حشفہ، قصبہ و قلعہ کے انہیں یہ دونوں مل کر ایک عضو ہیں ان میں فقط ایک کی چوتھائی گھلنا مفید نہ رہیں، زُر یعنی پانچا نہ کا مقام ہر ایک نیرین نجد عورت ہے، ہر ران نجد عورت ہے، چڑھے سے گھٹنے تک ران ہے گھٹنا بھی اس میں داخل ہے الگ عضو نہیں تو اگر پورا گھٹنا بلکہ دونوں گھل جائیں تو نماز ہو جائے گی کہ دونوں مل کر ایک ران کی چوتھائی کو نہیں پہنچے، ناف کے نیچے سے مخصوص تامل کی جڑ تک اور اس کی سیدھ میں پخت اور دونوں کروٹوں کی جانب سب مل کر ایک عورت ہے،

اعلیٰ حضرت مجتہد و مائتہ حاضرہ نے یہ تحقیق فرمائی ہے کہ زُر و انہیں کے درمیان کی جگہ ایک مستقل عورت ہے اور ان اعضاء کا شمار اور ان کے تمام احکام کو ان چار شعروں میں جمع فرمایا۔

ستر عورت برود نہ عضو است
از نہ ناف تا نہ زانو
ہر چہ زرعش بقدر رکن کشود
ہا کشودی دے نماز مجو
ذکر و انہیں و حلقہ پس
و سرین ہر فخذ پہ زانوے او
ظاہر افضل انہیں و زُر
باقی زیر ناف از ہر سو

آزاد عورت کے اعضاء عورت

آزاد عورتوں کے لئے باستثناء پانچ مخصوص کے جن کا بیان گزرا سہرا بدن عورت ہے (وہ پانچ جو کہ مستثنیٰ ہیں منہ کی لکلی، دونوں ہتھیلیاں، دونوں پاؤں کے کتوے ہیں) اور وہ تیس اعضاء پر مشتمل کہ ان میں سے جس کی چوتھائی گھل جائے نماز کا وہی حکم ہے جو اوپر بیان ہوا سر یعنی پیشانی کے اوپر سے شروع گردن تک اور ایک کان سے دوسرے کان تک یعنی جتنی جگہ بال بال جھتے ہیں بال جو لٹکتے ہوں دونوں کان گردن اس میں گد بھی داخل ہے دونوں شانے دونوں بازو ان میں کہنیاں بھی داخل ہیں دونوں کلائیائیں یعنی کہنی کے بعد گتوں کے نیچے تک، سینہ یعنی گلے کے جوڑے سے دونوں پستان کی حد زیریں تک دونوں ہاتھوں کی پشت، دونوں پستانیں جب کہ اچھی طرح اٹھ چکی ہوں اگر بالکل نہ اٹھی ہوں یا خفیف ابھری ہوں کہ سینہ سے نجد اعضاء کی پیدائش نہ پیدا ہوئی ہو تو سینہ کی تالیخ ہیں نجد اعضاء نہیں اور پہلی صورت میں بھی ان کے درمیان کی جگہ سینہ ہی میں داخل ہے نجد اعضاء نہیں یعنی سینہ کی تالیخ ہیں نجد اعضاء نہیں اور پہلی صورت میں ان کے درمیان کی جگہ سینہ ہی میں داخل ہے نجد اعضاء نہیں پخت یعنی

سینہ کی حد مذکور سے ناف کے کنارہ زیریں تک یعنی ناف کا بھی پیٹ میں شمار ہے، پیٹھ یعنی پیچھے کی جانب سینہ کے مقابل سے کمر تک دونوں شانوں کے بیچ میں جو جگہ بغل کے نیچے سینہ کی حد زیریں تک دونوں کروٹوں میں جو جگہ ہے اس کا اگلہ حصہ سینہ میں اور پچھلا حصہ پیٹھ میں داخل ہے اور اس کے بعد سے دونوں کروٹوں میں کم تک جو جگہ ہے اس کا اگلہ حصہ پیٹ میں اور پچھلا حصہ پیٹھ میں داخل ہے دونوں سرین فرج و ذمہ دونوں رانیں سمیٹنے بھی انہیں میں شامل ہیں ناف کے نیچے طبر داوار اس کے متصل جو جگہ ہے اور ان کے مقابل پشت کی جانب سب مل کر ایک عورت ہے، دونوں پنڈریاں ٹٹنوں سمیت دونوں ٹکڑے اور بعض علماء نے دست اور ٹکڑوں کو عورت میں داخل نہیں کیا۔ (۱۶۰)

عورت کا چہرہ

عورت کا چہرہ اگر چہ عورت نہیں مگر بوجہ قینہ غیر محرم کے سامنے منہ کھولنا منع ہے، یونہی اس کی طرف منہ کرنا غیر محرم کے لئے جائز نہیں اور چٹھو ماتو اور زیادہ منع ہے بحوالہ ”در مختار“ (۱۶۱)

باریک کپڑوں کا حکم

اتنا باریک کپڑا جس سے بدن چمکتا ہو ستر کے لئے کافی نہیں اس سے نماز پڑھی نہ ہوگی
بحوالہ ”علیگیری“۔ یونہی اگر چادر میں سے عورت کے بالوں کی سیاہی چمکے نماز نہ ہوگی (رضا)
بعض عورتیں باریک ساڑھیاں اور بعض مرد تہبند باندھ کر نماز پڑھتے ہیں کہ ران چمکتی ہے ان
کی نمازیں نہیں ہوتیں۔ (۱۶۲)

پُست لباس کا عم

بیز کپڑا جس سے بدن کا رنگ نہ چمکتا ہو مگر بدن سے بالکل ایسا چمکا ہوا ہے کہ دیکھنے سے عضو کی ہیئت معلوم ہوتی ہے ایسے کپڑے سے نماز ہو جائے گی مگر اس عضو کی طرف

۱۶۰۔ بہ شریعتہ حصہ سوم نماز کی شرطوں کا بیان، ج ۸۔ ۱۷۹

۱۶۱ - بحار شریعت: ۱/ ۴۹۱

۱۶۷۔ یہ شریعت: ۱/۳/۷۴

دوسرے کو نکاد کر مہاجر نہیں۔ بحوالہ ”رد المحتار“ اور ایسا کثیر البوکوں کے سامنے پہننا منع ہے اور عورتوں کے لئے بد رجہ اولیٰ مرتبت، بعض عورتیں بہت چست جامے پہنتی ہیں اس مسئلہ سے سبق لیں۔ (۱۶۳)

اور جس کپڑے سے ستر عورت نہ ہو اس کے علاوہ نماز کے بھی حرام ہے۔ (۱۶۴)

ہاریک وچسٹ لباس کی ممانعت کی ویل

نبی ﷺ کا فرمان ہے:

گَمِّ مِیْنِ گَاسِیَوَاتِ غَارِیَاثِ (۱۶۵)

یعنی، کتنی کپڑے پہننے والیاں تھکیاں ہوں گی۔

عورتوں کو اس حدیث شریف پر غور کرنا چاہئے کہ نبی ﷺ نے ان باریک اور محنت
لباس پہننے والی عورتوں کو تنگی فرمایا کہ انہوں نے لباس ہی نہیں پہنا ہوا اگرچہ بظاہر ان کے
جسم پر لباس ہے۔

۱۶۳۔ ہمارا شریعت: ۱۷۹/۳/۱

۱۶۶۔ بہارِ شریعت: ۱۷۹/۳

۱۶۰۔ امام مسلم نے روایت کیا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ عسیحان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تجسس من قبل الشر له أثره قوّم مقامه بباط كذاب البقر يصرون به الشئ ونسب
كذابين عدوات، مبالغات مبالغات رؤوسهم كذبة لخب أسئلة لا يتخلى الحق ولا
بعضهم بعدهم وبني يجمع يؤخذ من مبسو كذا (صحيح مسند كتاب البس وقرينة باب
السم الكذاب لعنات الحج، رقم ٢١٢٨، ص ٨٤٦، وكتاب الحق وصدقهم الحج، باب
لش، متعون الجرون الحج، رقم ٢١٢٨، ص ١٠٩٥)

یعنی جنہیں وہ کسی قسم سے نہیں دیکھا جن کے پاس بیویں کی دوسری طرح کوڑے ہیں جن سے وہ لوگوں کو مارتے ہیں اور سب کو دھوکہ دے رہا ہے جو ہاں پہننے کے ہر جوتیوں میں ہوں گی اور وہ ان سے بتانے والی اور خود بھی جی ہوئی ہوں گی، ان کے سر پر ان کی کوہن کی طرح ایک طرف جھکے ہوئے ہوں گے وہ جنت میں داخل ہوں گی نہ جنت کی خوشبو سونگے گی اور جنت کی خوشبو جتنی سافت سے آتی ہے۔

امام نووی شافعی فرماتے ہیں: حدیث نبوی ﷺ کے گزرتے ہیں سے، کیونکہ یہ دونوں تھیں بے موجود ہو گئی

ہیں اس میں ان دنوں قسموں کی غمختی ہے۔ (شرح صحیح مسلم للنوری، ۱۴/۷: ۹۶)

بہر حال جس بے ستری سے نماز فاسد ہو جاتی ہے وہ بے ستری طواف میں مکروہ تحریمی ہوگی، یعنی جو ستر پوشی نماز میں فرض ہے وہی طواف میں واجب اور سابقہ صفحات میں مرد اور عورت کے اعطاء ستر تفصیل کے ساتھ بیان کر دیئے گئے ہیں وہاں سے دیکھ کر حکم معلوم کیا جا سکتا ہے اور ہر ایک لباس جس کی تفصیل پہلے گزری وہ اگر بظاہر کسی عضو کو ڈھکے ہوئے ہے لیکن حقیقت میں وہ عضو ننگا ہے یعنی نماز میں وہ عضو ننگا شمار ہوگا جس سے نماز فاسد ہو جائے گی اور طواف میں اس سے واجب کا (یعنی ستر عورت) ترک ہوگا اور بہت لباس کہ جس کا ذکر پہلے کیا گیا اگرچہ اس سے نماز کا فرض اور طواف کا واجب ادا ہو جائے گا جب کہ مونا ہو مگر ممنوع ہے دوسروں کو تشویش میں ڈالنے اور گناہ میں مبتلا کرنے کے مترادف ہے اس سے بھی احتساب ضروری ہے۔

عورتوں کی بے باکی

مولا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ اپنے دور میں دوران طواف عورتوں کی بے باکی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

و من السكر الفاحش ما يفعلہ الآن نسوة بمكة في تلك البقعة من الاختلاط بالرجال و مزاحمتهم لهم في تلك الحالة مع تزئینهم بأنواع الزينة و استعمالهم ما یطوح منه التوائج العطر و مشوش بذلك علی متورعی الطائفین و يستحلین بسببه نظر الباقین و ربما طاف بعضهم بکشف شیء من اعضائهم لاسیما من أقدامهم و أرجلهم و قد نفع مما استعملت فتتقص الطهارة عند الشافعية و تعلم صحة طوافهم و طواف من مسهن (۱۶۶)

یعنی، منکرات فاحشہ میں سے ہے جو اب عورتیں مکہ معظمہ میں کرتی ہیں اس مبارک خطے میں مردوں کے ساتھ اختلاط اور اس حال میں مختلف قسم

کی زینتوں سے عورتیں ہو کر ان کے مردوں کے ساتھ بھیلز اور ان کا ایسی خوشبوئیں استعمال کرنا کہ جن کی خوشبو اشقی ہو پس وہ اس سے پرہیز گار طواف کرنے والوں پر تشویش کا سبب بنتی ہیں، اور باقیوں کی نظریں اپنی طرف متوجہ کراتی ہیں، ایسا اوقات بعض اعضاء کے ننگے ہونے کے ساتھ طواف کرتی ہیں خاص طور پر ان کی کلاںیاں اور پاؤں اور کبھی ننگے ہاتھ پاؤں دوسروں سے لمس ہوتے ہیں کہ جس سے شافی حضرات کے ہاں وضو ٹوٹ جاتا ہے، ان کا اپنا طواف اور جسے وہ لگیں سب کے طواف کا صحیح ہونا محض ہوجاتا ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ اپنے دور میں دوران سنی عورتوں کی بے

باکی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بعض عورتوں کو میں نے دیکھا کہ بے باکی سے سعی کرتی ہیں کہ ان کا کلاںیاں اور گلا کھلا رہتا ہے اور یہ خیال نہیں کہ مکہ معظمہ میں محصیت کرنا نہایت سخت بات ہے کہ یہاں جس طرح ایک نیکی لکھ کے برابر ہے یو ہیں ایک گناہ لاکھ گناہ کے برابر بلکہ یہاں تو یہاں کعبہ معظمہ کے سامنے بھی وہ اسی حالت سے رہتی ہیں بلکہ اسی حالت میں طواف کرتے دیکھا حالانکہ طواف میں ستر کا ٹھپانا عدا وہ اس فرض دائمی کے واجب بھی ہے تو ایک فرض دوسرے واجب کے ترک سے وہ گناہ کئے وہ بھی کہاں بیت اللہ کے سامنے اور خاص طواف کی حالت میں، بلکہ بعض عورتیں طواف کرنے میں خصوصاً حجر اسود کو بوسہ دینے میں مردوں میں لمس جاتی ہیں اور ان کا بدن مردوں کے بدن سے لمس کرتا رہتا ہے مگر ان کو اس کی کچھ پروا نہیں حالانکہ طواف پر بوسہ حجر اسود ثواب کے لئے کیا جاتا ہے مکروہ عورتیں ثواب کے بدلے گناہ مول لیتی ہیں، لہذا ان امور

کی طرف حجاج کو خصوصیت کے ساتھ توجہ کرنی چاہئے اور ان کے ساتھ عورتیں ہوں انہیں بتا کید ایسی حرکات سے منع کرنا چاہئے۔ (۱۶۷)

ملا علی قاری اور صدر الشریعہ علیہما الرحمہ نے اپنے اپنے ذور کی بات کی، جن عورتوں کو انہوں نے دیکھا وہ بے باکی، بے پردگی، بے حیائی، بے حسی، مافرمانی میں آج کی عورت سے ہزار ہا دور ہے مذکورہ امور میں کم تھیں وہ اس ذور کی بات کرتے ہیں جب چادر، چادر دھاری کا تھوڑا سا وجود تھا آج یہ تھوڑا سا ہو چکا ہے۔ اس ذور میں عورتوں کی اکثریت باپردہ تھی آج اکثر مردوں کی عقل باپردہ ہے، اس ذور میں بے پردگی و بے حیائی عیب سمجھی جاتی تھی اور آج پردہ و حیاء عیب سمجھ کر جانے لگے ہیں الامان والحفظ اس وقت مرد حاکم تھے اب ان کی اکثریت محکوم، لہذا اس وقت کا مرد غیرت مند تھا آج غیرت اقل قلیل ہوتی جا رہی ہے، اس وقت بے حیائی و فحش کفر و غ دینے کے لئے پرنٹ و الیکٹرانک میڈیا موجود تھا، آج ملکی و غیر ملکی میڈیا ان کے فروغ میں دن رات کوشاں ہے، اس ذور میں عورت اپنے شوہر کی فرمانبردار تھی آج اکثریت مافرمان، اس ذور میں شوہر کی فرمانبرداری عورت کا غرض تھی، آج مافرمانی ہا عبث افکار، وغیرہ ڈالک

تو اتنے بڑے فرق اور اتنی عظیم تبدیلی کے بعد یہ اندازہ لگانا کہ آج کیا حالت ہوگی یہ کوئی مشکل امر نہیں ہے، جب گناہ ثواب سمجھ کر، مافرمانی طاعت سمجھ کر کئے جانے لگیں تو بات ہی ختم ہو جاتی ہے۔

مردوں کی ذمہ داری

جو عورتیں ممنوعات شرعیہ کا دیدہ دانستہ ارتکاب کرتی ہیں ان کے وارث یا شوہر اگر انہیں اس سے منع نہیں کرتے یا اس پر راضی ہیں تو وہ بھی ان کی طرح سخت گنہگار ہوں گے کیونکہ ان کی عورتیں ان کی رعیت ہیں اور قیامت میں ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا اور پھر گنہگار پر راضی بھی گناہ ہے۔ لہذا مردوں پر فرض ہے کہ وہ اپنی عورتوں کو گناہ سے روکیں ورنہ بھی ان عورتوں کی طرح آخرت میں عذاب خداوندی میں گرفتار رہوں گے۔

التدقُّلی ہمارے مردوں اور عورتوں کو ہدایت عطا فرمائے، آمین بجلہ سید المرسلین سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

يوم الثلاثاء ١٦ ذي الحجة ١٤٢٨ هـ، ٢٥ ديسمبر ٢٠٠٧ م (New 31 F)

سعی کے چکروں میں تفریق کا حکم

استفتاء کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میں اور میری بیوی عمرہ ادا کر رہے تھے ہم نے طواف کر لیا سعی شروع کی سخت بھٹکر کی وجہ سے ہم نے صرف تین چکر بمشکل کئے اور اسے پورا کرنا ہمارے بس میں نہ رہا لہذا ہم دونوں ہر نکل گئے دوسرے دن آکر ہم نے باقی کے چار چکر سعی کی اور طواف و تقصیر کر دیا۔ تو اس صبر میں ہم پر کوئی ذمہ وغیرہ تو لازم نہیں ہوا؟

(السائل: ایک حاجی از بلیک ٹورز، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: سعی کے چکروں کا تسلسل قائم رکھنا مسنون ہے، چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ سندھی حنفی سعی کی سنتوں کے بیان میں لکھتے ہیں:

والموا لاہ بین اشواطہ (۱۶۸)

یعنی، سعی کے چکروں کے مابین موالات مسنون ہے۔

جب کہ انہی کی دوسری کتاب میں ہے کہ مستحب ہے جیسا کہ ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۳ھ ذکر کرتے ہیں:

هذا مخالف بظاهر لما قاله في "الكبير" (۱۶۹): و الموالات

لعمت بشرط بل هي مستحبة، فلو فرق السعي تفريقاً كثيراً

۱۶۸۔ لب لب المناسك (مع شرحه لنقلی)، باب السعی بین الصفا والمروة، فصل فی سُننہ، ص ۱۹۷

۱۶۹۔ مجمع المناسك، باب السعی بین الصفا والمروة، فصل فی شرائط صحة السعی، ص ۱۳۹۔

۱۷۰۔ فی الطبعۃ المحمودیۃ، مطبوعۃ بالقائس، ص ۲۰۸

كان سعي كل يوم شوطاً أو أقل لم يطل سعيه، ويستحب أن يستأنف سعي إن فعله بعد عذر، ثم الظاهر أن الموالاة بين أجزاء شوط السعي أيضاً مستحبة (١٧٠)

یعنی یہ بظاہر اس کے مخالف ہے جو (محقق کباب علامہ رحمت اللہ سندھی نے) ”کبیر“ میں فرمایا (علامہ رحمت اللہ سندھی نے مناسک میں تین کتابیں تحریر فرمائیں ان میں سے ایک ”مناسک صغیر“ ہے دوسری وہ جس کی شرح مفتاح علی قاری اور دیگر علماء احناف نے فرمائی اور تیسری ”کبیر“ ہے جس کے قسطنطنیہ (۱۲۸۹ھ) اور افغانستان میں چھپے ہوئے دو نسخے ہماری لائبریری میں موجود ہیں چنانچہ کبیر میں فرمایا) سعي کے چکروں میں تسلسل شرط نہیں بلکہ مستحب ہے، پس اگر سعي کے چکروں میں تفریق کثیر کی جیسے ہر روز ایک چکر سعي کی یا ہر روز ایک چکر سے کم سعي کی (اور اس طرح سعي کے سات چکر مکمل کئے تو) اس کی سعي باطل نہ ہوگی اور (ایسی صورت میں) مستحب ہے کہ اگر بلا عذر ایسا کیا تو سعي از سر نو کرے، پھر ظاہر ہے کہ سعي کا ایک چکر کے اجزاء میں بھی تسلسل مستحب ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۷ھ لکھتے ہیں:

ویم موالاة میان اشواط سعي و میان اجزاء اشواط ان، پس اگر تفریق کر دسی را چنانکہ سعي کر دہر روزے یک شوط یا کمتر ازان باطل مگر دو سعي، و مستحب باشد استیفاف سعي اگر باخیر عذر کردہ باشد (۱۷۱)

یعنی سعي کی دوسری سعي کے چکروں میں موالاة اور اس کے چکروں میں سے ہر چکر کے اجزاء میں موالاة (یعنی ان میں تسلسل)

۱۷۰۔ المسالك المستطرفة في المناسك المتوسطة باب السعي بين الصفا والمروة، فصل في شئ من سنة من ۱۹۷-۱۹۸

۱۷۱۔ حجة القلوب في رتبة المحبوب، باب جهل من بين سعي بين الصفا والمروة، فصل اول، اما

ہے پس اگر سعي میں تفریق کی جیسے ہر روز ایک چکر یا اس سے کم کی تو سعي باطل نہ ہوگی اور مستحب ہے کہ اگر ایسا بغیر کسی عذر کیا ہو تو سعي از سر نو کرے۔

علامہ رحمت اللہ سندھی نے ”کبیر“ میں موالاة بین السعي کو مستحب لکھا ہے اس کے بارے میں مفتاح علی قاری لکھتے ہیں:

و مع هذا في إعادة السعي المؤدى بترك الاستحباب محل نظر إذا السعي ليس عبادة مستقلة و كذا لم يعد تكراره طاعة بخلاف الصلاة و الطواف و نحوه (۱۷۲)

یعنی اس کے باوجود اس سعي کا اعادہ جو ترک استحباب کے ساتھ ادا کی گئی محل نظر ہے، کیونکہ سعي عبادت مستقلة نہیں ہے اسی وجہ سے اس کا تکرار طاعت نہیں بلکہ خلاف نماز و طواف وغیرہا کے۔

لہذا صحیح یہی ہے کہ سعي کے چکروں اور ہر چکر کے اجزاء میں تسلسل سنت ہے جیسا کہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی نے ”کباب المناسک“ میں اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی نے ”حیة القلوب“ میں لکھا ہے۔

اور صورت مسئلہ میں سعي درست ہوگئی اور کوئی جزاء بھی لازم نہیں ہے ہاں اگر سعي کے چکروں میں تفریق بلا عذر واقع ہوئی تھی تو مستحب تھا کہ اس کا اعادہ کرتے۔

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الخميس، ۴ ذوالحجۃ ۱۴۲۸ھ، ۱۳ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 13-F)

قارن اگر عمرہ کی سعي نہ کر سکے تو اس کا حکم

استفتاء۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم میاں بیوی نے کراچی سے قرآن کا احرام باندھا اور آٹھ ذوالحجہ کو مکہ مکرمہ پہنچے جب کہ حاجی مثنیٰ روانہ

ہو چکے تھے ہم نے صرف عمرہ کا طواف کیا اور سعی کئے بغیر منیٰ روانہ ہو گئے ہم نے طوافِ ثلثمیٰ بھی نہ کیا اس طرح نو تاریخ کو وقوف عرفات کیا اور دس کو مزدلفہ سے منیٰ آئے مئی کے بعد قربانی کی اور حق و تقصیر کے ذریعے احرام سے فارغ ہو گئے پھر طوافِ زیارت کیا اور حج کی سعی کی۔ اس صورت میں ہمارا حج قرآن واقع ہوا یا نہیں اور عمرہ کی سعی نہ کرنے پر ہم پر کیا لازم ہوگا؟ جواب عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

(السائل: محمد ہر ایم، مکہ مکرمہ)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَتَقْدِسُ الْجَوَابُ: صورت مسئلہ میں قرآن باطل نہ ہوا کیونکہ صحبت قرآن کی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ وہ وقوف عرفات سے قبل عمرہ کا مکمل یا اکثر طواف کر لے اور وہ انہوں نے کر لیا چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ بن قاضی عبداللہ بن قاضی امین سندھی حنفی لکھتے ہیں اور ان سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے لکھا:

الثالث: أن يطوف العمرة كلاً أو أكثره قبل الوقوف بعرفة (۱۷۳)

یعنی، صحبت قرآن کی تیسری شرط یہ ہے کہ قارن وقوف عرفہ کے وقت (یعنی نو تاریخ کو زوال کے وقت) میں وقوف کرنے سے قبل عمرہ کا مکمل یا اکثر (یعنی کم از کم چار چکر) طواف کر لے۔

اس لئے وہ قارن ہی رہے چنانچہ مسئلہ صورت کے بارے میں ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۳ھ لکھتے ہیں:

فبقي قارناً (۱۷۴)

یعنی، پس وہ قارن باقی رہا۔

۱۷۲۔ لہب المناسک (مع شرحہ للقری)، باب القرآن، فصل فی شرائط صحة القرآن، ص ۲۸۵

ایضاً: جامع المناسک، باب القرآن، فصل فی شرائط صحة القرآن، ص ۲۰۵، مطبوعة المطبعة

المحمودية، لمطبعة ۱۲۸۹ھ ص ۳۰۷، مطبعة افغانستان

ایضاً: المختار علی الدر المختار، المجلد (۳)، کتاب (۵) الحج، باب (۶) القرآن، ص ۶۳۳

۱۷۴۔ المناسک المتفصّل فی المناسک المتوسطة، ص ۲۸۵

اور اسی صورت کے بارے میں علامہ رحمۃ اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و لو طاف لها أربعة أشواط لم يصبر رافضاً بالوقوف لأنه أتى بالأكثر و بقي قارناً (۱۷۵)

اور علامہ علاؤ الدین ہسکی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

فلو أتى ... لم تبطل مخلصاً (۱۷۶)

یعنی، پس اگر وہ (وقوف عرفہ سے قبل صرف طواف پورا یا اکثر چکر کر لیتا) چلا (قرآن باطل نہیں ہوتا)۔

اب سوال یہ ہے کہ وہ عمرہ کے بقیہ افعال جیسے طوافِ عمرہ کے کم چکر اور سعی کب ادا کرے تو فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ انہیں دس ذوالحجہ کو پورا کر لے چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ سندھی حنفی طوافِ عمرہ کے کم چکروں کے بارے میں لکھتے ہیں:

و عليه أن يتم بقية الطواف يوم النحر (۱۷۷)

یعنی، اُن کو یوم نحر (یعنی دس ذوالحجہ) میں پورا کرے۔

اور یہ بات کہ دس ذوالحجہ کو پہلے عمرہ کے باقی افعال ادا کرے یا طوافِ زیارت کرے تو وہ پہلے افعالِ عمرہ مکمل کرے اس لئے کہ وہ دن میں پہلے واجب ہو چکے ہیں چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی (۱۷۸) طوافِ عمرہ کے رہے ہوئے کم پھیروں کے بارے میں لکھتے ہیں اور ان سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی (۱۷۹) متوفی ۱۲۵۲ھ نے نقل کیا:

و أنتم الباقی قبل طواف الزيارة

یعنی، اور باقی کو طوافِ زیارت سے قبل پورا کر لے۔

۱۷۵۔ جامع المناسک و نفع النسيء، ص ۲۰۵، المحمودية، ص ۲۰۸

۱۷۶۔ الدر المختار، ۲/۲۳۹

۱۷۷۔ جامع المناسک، ص فی نسخة أخرى، ص ۸

۱۷۸۔ لہب المناسک (مع شرحہ للقری)، ص ۲۸۵

۱۷۹۔ رد المحتار علی الترمذی، کتاب الحج، باب القرآن، تحت قوله و جئنا يوم النحر، ۲/۲۳۷

اس حکم کی وجہ بیان کرتے ہوئے شارح موطا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

لاستحقاقها في الذمة قبله

یعنی، کیونکہ طواف عمرہ کے باقی پھیرے ذمے میں طواف زیارت قبل واجب ہو چکے۔

اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ طواف زیارت فرض ہے اور طواف عمرہ کے باقی کم پھیرے واجب چنانچہ لکھتے ہیں:

ولو كان الباقي من الأشواط واجبة وهو دون الأقوى من

طواف ركن الحج (۱۸۰)

یعنی، اگرچہ طواف عمرہ کے باقی کم چکر واجب ہیں اور وہ حج کے رکن طواف زیارت جو کفایت دے گا وہ جے میں کم ہے۔

اب نتیجہ یہ نکلا کہ انہیں وقوف عرفہ کے بعد باقی رہے ہوئے افعال عمرہ کو پورا کرنا تھا یعنی رمی، قربانی اور طواف زیارت سے بھی قبل اسی لئے علامہ حاکمی نے لکھا کہ اُسے یوم نحر میں پورا کرنا، علامہ شامی نے لکھا کہ طواف زیارت سے بھی قبل ادا کرے، علت یہ بیان کی کہ وہ ذمے میں پہلے واجب ہوئے ہیں اور مذکور صورت میں عمرہ کے افعال میں سے صرف سعی باقی تھی اُسے یوم نحر (دس تاریخ) کے تمام افعال سے پہلے ادا کرنا تھا کہ ان کا استحقاق پہلے ہے، وقوف مزدلفہ کو شمار اس لئے نہ کیا گیا وہ وقوف عرفہ کے آخری وقت یعنی دس ذوالحجہ کی طلوع فجر کے ساتھ متصل ہے اور اس کا وقت بھی مختصر ہے جو جلد فوت ہو جاتا ہے اور اسی واجب کی ادائیگی میں بقیہ افعال عمرہ کی ادائیگی میں تاخیر بھی نہیں ہوتی کہ طلوع فجر کے بعد جو حاجی مزدلفہ سے گزر گیا تو بھی اس کا یہ واجب ادا ہو گیا تو بقیہ افعال عمرہ کی ادائیگی کا صحیح وقت وقوف مزدلفہ کے بعد تھا اور اگر دسویں تاریخ کی رمی کے بعد رہے ہوئے عمرہ کے افعال ادا کرنا تو بھی کچھ لازم نہ آتا اسی طرح دم شکر کے جانور کو ذبح کرنے کے بعد ادا کرنا تو بھی کچھ لازم نہ ہوتا کہ حاجی اس وقت تک حالت احرام میں ہوتا ہے اور عمرہ کا طواف حالت احرام میں

ہی ادا ہوتا ہے اس حال میں وہ عمرہ کے رہے ہوئے کم چکرو تا تو حالت احرام میں ہی دیتا، اسی طرح عمرہ کی سعی میں احرام کا ہونا واجب ہے، چنانچہ محمد دوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

سيوم بقاء احرام و وقت سعی عمرہ (۱۸۱)

یعنی، تیسرا واجب یہ ہے کہ عمرہ کی سعی کے وقت احرام باقی ہو۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ علامہ رحمت اللہ سندھی کی ”لباب المناسك“ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

عمرہ کی سعی میں احرام واجب ہے۔ (۱۸۲)

تو اس وقت یعنی قربانی کے بعد حلق سے قبل اگر سعی کریتے تو حالت احرام میں ہی کرتے مگر وہ انہوں نے نہ کی بلکہ حلق و قصر کے ذریعے احرام کھول دیا، سعی تو اب بھی کرنی ہے کہ ادا ہو جائے گی اس لئے کہ عمرہ کی سعی میں احرام کا باقی ہونا صحبت سعی عمرہ کی شرط نہیں ہے، چنانچہ محمد دوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

و اگر سعی عمرہ باشد پس بقاء احرام در حال شرط نیست و لیکن واجب

است (۱۸۳)

یعنی، اگر سعی عمرہ کی ہو تو اس حال میں بقاء احرام شرط نہیں لیکن واجب ہے۔

اور اس صورت میں ان سے ایک واجب ترک ہو گیا وہ یہ کہ اسی احرام میں وہ عمرہ کی سعی ادا کرتے اس لئے اب حلق کے بعد سعی بھی کریں گے اور ترکہ واجب کا دم بھی دیں گے، چنانچہ موطا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

يتفرع عليه انه لو طاف ثم حلق، ثم سعی صح سعيه و عليه

دم لتحلله قبل وقته و سبقه على واجبه (۱۸۴)

۱۸۱ حیاة العزوب فی ریلہ المحبوب، باب جہول ۴ فصل بول، ص ۱۵۸

۱۸۲ بہ رشریعت، حصہ ششم صفہ مردہ کی سعی میں ۴۷۳

۱۸۳ حیاة العزوب فی ریلہ المحبوب، باب جہول ۴ فصل بول، ص ۱۵۸

۱۸۴ المناسك المنقطة في المناسك المتوسطة باب لفراة فصل في شرائط صحة الفراة ص ۱۹۳

یعنی، اس پر یہ متفرع ہوتا ہے کہ اگر اس نے طوافِ عمرہ کیا پھر (سعی عمرہ سے قبل) حلق کیا، پھر سعی کی تو اس کی سعی صحیح ہوگئی (کہ بقاءِ احرام صحت سعی کی شرط نہیں) اور اس پر دم لازم ہوگا کہ اس نے احرام کھولنے کا وقت آنے سے قبل احرام کھول دیا اور ایک واجب (یعنی احرام کو باقی رکھتے ہوئے عمرہ کی سعی کرنا کہ یہ واجب ہے تو انہوں نے اس واجب) کی ادائیگی پر (حلق کے ذریعے) احرام کھولنے کو مقدم کر لیا۔

اور محمد و محمد ہاشم ٹھنوی حنفی لکھتے ہیں:

ما تملكه حلقاً كر وبعد از طواف عمرہ، بعد از ان سعی کر دلازم آید مردے دم (۱۸۵)

یعنی، یہاں تک کہ اگر طوافِ عمرہ کے بعد حلق کر لیا اس کے بعد سعی کی تو اس پر دم لازم آئے گا۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی لکھتے ہیں:

اگر طواف کے بعد سر موڑ دیا پھر سعی کی تو سعی ہوگئی مگر چونکہ واجب ترک ہوا لہذا دم واجب ہے۔ (۱۸۶)

”بہار شریعت“ میں مسئلہ عد مد رحمت اللہ کی ”ثواب“ کے حوالے سے مذکور ہے لیکن یہ اس مقام پر ”ثواب“ میں نہیں بلکہ ”شرح الثواب لتقاری“ میں ہے، شاید حوالہ نقل کرنے میں کاتب سے سہواً وقع ہو گیا ہو۔

اور جو ایک سعی وہ کر چکے وہ عمرہ کی سعی ہوگی کہ وہ دم سے میں پہلے واجب ہو چکی تھی، ظاہر ہے کہ وہ بھی حلق کے بعد کی گئی ہے اس لئے سقوط دم کو مفید نہ ہوئی اور اب ان پر ایک سعی باقی ہے وہ حج کی سعی وہ جب بھی ادا کریں گے ادا ہو جائے گی اور طوافِ قدوم جو قارن کے لئے مسنون ہے اور اس کے ترک پر اسامت لازم آتی ہے وہ ان سے ترک ہوا جس کی وجہ سے

کوئی کفارہ لازم نہ ہوگا، اب صرف ایک سعی کریں گے اور ترکہ واجب کی وجہ سے ایک دم اور پختہ ہان پر لازم ہوگی کہ ترکہ واجب گناہ ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

يوم الإثنين، ۱۵ ذی الحجة ۱۴۲۸ھ، ۲۴ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 30 F)

آپ زمرم کس نیت سے پیا جائے؟

استفتاء کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ آپ زمر

زم پیتے وقت کیا دعا مانگی جائے اور آپ زمرم کس نیت سے پیا جائے؟

(السائل: ریحان بن ابوبکر)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ

عنه فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے آپ زمرم کے بارے میں ارشاد فرمایا:

”إِنَّهَا مَبْرُكَةٌ وَإِنَّهَا طَعَامٌ طَعِيمٌ وَشِفَاءٌ شَفِيعٌ“ رواه مسلم في

فضائل الصحابة في رضى الله تعالى عنهم

یعنی، ”یہ (آپ زمرم) بרכת والا ہے اور یہ بھوکے کے لئے کھانا اور

پیار کے لئے شفا ہے۔“ اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی ”صحیح“ کے

فضائل الصحابة میں روایت کیا ہے۔

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

”مَاءٌ زَمْرَمٌ لِّمَا شَرِبَ“ أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ فِي ”الْمُسْنَدِ“ (۳/۳۵۷)

و ابن ماجة في المسند في باب الشرب من زمزم

یعنی، ”آپ زمرم اس مقصد کے لئے ہے جس مقصد کے لئے پیا

گیا۔“ اس حدیث کو امام احمد نے ”المسند“ میں اور امام ابن ماجہ نے

”سنن ابن ماجہ“ کے منسلک میں روایت کیا ہے۔

مندرجہ بالا سطور میں مذکور احادیث سے واضح ہے کہ آب زم زم جس مقصد کے لئے پیا جائے وہ مقصد حاصل ہوتا ہے کھانا سمجھ کر پیا جائے تو بھوک مٹ جائے گا، امراض کے علاج سمجھ کر پیا جائے تو شفاء حاصل ہوگی۔

مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
اگر پیاس بجھانے کے لئے پیا جائے تو پیاس بجھائے اگر بیماری سے شفاء کے لئے پیئے تو شفا حاصل ہو۔ (۱۸۷)

اور امام ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

وقد شرب جماعة من العلماء ماء زمزم لمطلب لهم حاجة
فقالوا (۱۸۸)

یعنی، علماء کرام کی ایک بڑی جماعت نے آب زم زم کو اپنے اہم مطالب اور بڑے مقاصد کی برادری کے لئے پیا تو وہ مطالب و مقاصد انہیں حاصل ہو گئے۔

اور علامہ حسین بن محمد سعید عبد الغنی لکھتے ہیں، ہمارے شیخ قاضی القضاة عسقلانی شافعی فرماتے ہیں:

ولا يحصى كم شربه من الأئمة لأموالهم

یعنی، شمار نہیں کیا جاسکتا کہ کتنے ائمہ نے آب زم زم کئی امور کے حصول کے لئے پیا تو انہوں نے پالئے۔
اور لکھتے ہیں،

و عن جماعة من العلماء أنهم شربوه لمقاصد فحصلت (۱۸۹)

یعنی، علماء کی ایک جماعت سے مروی ہے کہ انہوں نے کئی مقاصد کے

۱۸۷۔ حجة القرب في ردة المحبوب، باب سیرہ، فصل سیرہ ص ۱۳۸

۱۸۸۔ شرح الإيضاح في مناسك الحج، الباب الخامس في المقام بسكة النخ ص ۴۴۱

۱۸۹۔ لاشك السلي باب المضمرات، فصل في مسح الإكدر من شرب ماء زمزم ص ۵۴۴

لئے آب زم زم پیا پس وہ مقاصد انہیں حاصل ہو گئے۔

اس لئے عام آدمی کو چاہئے کہ آب زم زم گناہوں کی بخشش اور امراض کی شفا کی غرض سے پیئے اور اگر کوئی خاص مرض ہو تو خصوصی طور پر اس کی نیت کرے، کسی بُری عادت میں مبتلا ہے تو اس کو چھوڑنے کی نیت کرے، قرآن کریم یا دُشمن ہونا یا رہتا تو اس کی نیت کرے، کند ذہن ہے یا کم فہم ہے تو ان سے نجات کی نیت کرے، علم دین کے حصول کی نیت کرے، اور زبان سے کہنا ضروری نہیں جس ارادے سے پیئے گا حاصل ہوگا اگرچہ زبان سے کہنا افضل ہے، چنانچہ امام نووی شافعی لکھتے ہیں:

فيستحب لمن أراد الشرب للمعمرة أو الشفاء من مرض و
نحوه أن يستقبل القبلة ثم يذكر اسم الله تعالى ثم يقول: اللَّهُمَّ
إِنِّي بَلَعْتُ أَنَّ رَسُولَكَ ﷺ قَالَ: مَاءُ زَمْزَمٍ لِمَا شَرِبَ مِنْهُ اللَّهُمَّ وَ
إِنِّي أَشْرَبُهُ بِتَعْيِي، اللَّهُمَّ فَأَعْيِي، اللَّهُمَّ إِنِّي أَشْرَبُهُ مُسْتَشْفِيًا
بِهِ مِنْ مَرَضِي اللَّهُمَّ فَاشْفِيْ وَ نحوه (۱۹۰)

یعنی، پس اس شخص کے لئے مستحب ہے جو مغفرت یا مرض وغیرہ سے شفاء کے لئے آب زم زم پینا چاہتا ہے کہ قبلہ زد ہو کر پھر بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھے پھر کہے: ”اے اللہ مجھے یہ حدیث پہنچی کہ تیرے رسول ﷺ نے فرمایا: آب زم زم اس غرض کے لئے ہے کہ جس کے لئے اسے پیا جائے، اے اللہ! میں اسے پیتا ہوں تاکہ تو مجھے بخش دے یا اے اللہ! میں اسے پیتا ہوں اس کے ذریعے اپنے مرض سے شفاء پا جے ہوئے، اے اللہ! پس تو مجھے شفا عطا فرما، دے“ اور مشکل اس کے (دیگر اغراض کے لئے دیگر کلمات سے دعا کرے)۔

اور لکھتے ہیں،

وَيُصَحِّفُ لِي يَتَفَقَّسَ ثَلَاثًا يَتَصَلِّعُ مِنْهُ أَيُّ يَحْتَلِي فَيَأْذِي قَرِغ

۱۹۰۔ شرح الإيضاح في مناسك التروية ص ۴۶۱

حمد الله تعالى (۱۹۱)

یعنی، مستحب ہے کہ تین سانس میں چپے اور پیٹ بھر کر چپے پس جب فارغ ہو تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرے۔

علامہ حسن بن محمد سعید عبدالغنی کی حنفی لکھتے ہیں:

و كان ابن عباس رضي الله عنهما إذا شرب ماء زمزم قال: اللَّهُمَّ إِنِّي سَأَلْتُكَ عَلَمًا نَافِعًا وَ رِزْقًا وَاسِعًا وَ شِفَاءً مِنْ كُلِّ دَاءٍ (۱۹۲)
یعنی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جب آب زم زم چپے تو کہتے: اے اللہ! میں تجھ سے مافع علم، وسیع رزق اور ہر مرض سے شفاء کا سوال کرتا ہوں۔

اور لکھتے ہیں:

و في فوائد أبي بكر بن المقرئ من طريق سويد بن سعيد المذكور قال: ركب ابن المبارك دحل زمزم فقال: اللهم إن ابن المؤمل حدثني عن ابن الزبير عن جابر رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ قال: "مَاءٌ زَمْرَمٌ لِمَا شَرِبَ لَهُ" فَإِنِّي أَشْرَبُهُ بِعَظْمِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ (۱۹۳)

یعنی، فوائد ابی بکر بن المقرئ میں سويد بن سعيد کور کے طریق سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن المبارک کو دیکھا کہ وہ زمزم (کے کنوئیں میں) داخل ہوئے، پس کہا اے اللہ! بے شک ابن المؤمل نے مجھے حدیث بیان کی، ابن الزبیر سے، انہوں نے روایت کی حضرت

۱۹۱۔ شرح الإيضاح في المناسك للنووي، الباب الخامس في المقام بمكة الحج، ص ۴۱

۱۹۲۔ إرشاد الساري إلى مناسك الملا على القلبي، باب المنكرات، فصل ويستحب الإكثار من

شرب ماء زمزم، ص ۵۲

۱۹۳۔ إرشاد الساري إلى مناسك الملا على القلبي، ص ۵۴

جابر رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آب زم زم اس کا فائدہ دیتا ہے کہ جس کے لئے پیا جائے "پس میں اسے قیامت کے پاؤں جیسا بچانے کے لئے پیتا ہوں۔ اور نکلتے ہیں۔"

و عن الشافعي رحمة الله عليه أنه شربه للرمي، فكان يصيب في عشرة تسعة و شربه الحاكم لحسن التصيف و لغير ذلك فكان أحسن أهل عصره تصيفاً و قال شيخنا قاضي القضاة شهاب الدين العسقلاني الشافعي: و أنا شربته في بداية طلب الحديث أن يرزقني الله حالة اللهي في حفظ الحديث، ثم حجت بعد مدة تقرب من عشرين سنة و أنا أحد من نفسي الحزبة على تلك الرتبة فصالت رتبة أعلى منها و أرجو الله أن أنال ذلك منه اهـ (۱۹۴)

یعنی، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ انہوں نے تیر اندازی کے لئے زم زم پیا تو ان کے دس میں سے نوٹانے اپنے ٹھکانے پر لگے، اور امام حاکم نے حسن تصیف کے لئے یہاں وہ اہل زمانہ میں سب سے اچھے مصنف ہو گئے اور ہمارے شیخ قاضی القضاة شهاب الدین عسقلانی نے فرمایا کہ میں نے طلب حدیث کی ابتداء میں اس نیت سے پیا کہ اللہ تعالیٰ مجھے حفظ حدیث میں امام ذہبی کی حالت عطا کر دے پھر میں نے تقریباً اس کے بعد دس سال بعد حج کیا اور میں اپنے آپ میں اس سب سے زیادتی پاتا ہوں پس میں اس سے اعلیٰ مرتبے کا سوال کرتا ہوں، اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں امید رکھتا ہوں کہ میں اس کو پا لوں گا۔

۱۹۴۔ إرشاد الساري إلى مناسك الملا على القلبي، ص ۵۴

اور لکھتے ہیں:

و العبد الضعيف يرجو الله سبحانه شربه للإستقامة و الوفاء
على حقيقة الإسلام معها اهـ من "فتح القدير" (۱۹۵)
یعنی، اور بندہ ضعیف اللہ تعالیٰ سے آپ زم زم کے پینے میں اُمید رکھتا
ہے، استقامت اور اس کے ساتھ حقیقت اسلام پر وفات کی اہـ فتح القدير
والله تعالى اعلم بالصواب

يوم السبت، ذى الحجة ۱۴۲۸ھ، ۲۹ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 35-F)

سعی، وقوف عرفہ اور رمی و حلق میں نیت کا حکم

استفتاء۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ طواف میں
نیت شرط ہے بغیر نیت کے طواف نہیں ہوتا، کیا سعی، وقوف عرفہ، شیطان کو ننگریاں مارنے اور
حلق میں بھی نیت شرط ہے یا نہیں؟

(السائل)

بسم الله تعالى و تقدم الاجواب طواف میں نیت صحیح طواف کی
شرط ہے یعنی طواف میں نیت فرض ہے چنانچہ صمد الراثر رحمہ اللہ علیہ متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:
طواف میں نیت فرض ہے بغیر نیت طواف نہیں مگر یہ شرط نہیں کہ کسی معین
طواف کی نیت کرے بلکہ ہر طواف مطلق نیت سے ادا ہو جاتا ہے بلکہ
جس طواف کو کسی وقت میں معین کر دیا گیا ہے اگر اس وقت کسی دوسرے
طواف کی نیت سے کیا تو یہ دوسرا نہ ہوگا بلکہ وہ ہوگا جو معین ہے مثلاً عمرہ کا
احرام باندھ کر آیا اور طواف کیا تو یہ عمرہ کا طواف ہے اگر چہ نیت میں یہ
نہ ہو، یونہی حج کا احرام باندھ کر باہر دلا آیا الخ (۱۹۶)

۱۹۵۔ فی ضلالت السلیٰ فی مناسک الملا علی القری، باب المتفرقات فصل و يستحب لا کثر من

ثوب ۵۴۴ ص

۱۹۶۔ بی شریعت، حصہ ششم طواف کے مسائل ص ۳۶۸

اور سعی، وقوف عرفہ، رمی جمار اور حلق میں نیت شرط نہیں، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی
حنفی متوفی ۱۳۷۷ھ لکھتے ہیں:

چنانکہ شرط نیست در سعی پنجہیں شرط نیست نیت در وقوف و رمی جمار و حلق (۱۹۷)
یعنی، جیسا کہ سعی میں نیت شرط نہیں، اسی طرح وقوف عرفہ، رمی جمار اور حلق
میں نیت شرط نہیں ہے۔

اور مؤلف علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۳ھ لکھتے ہیں:

فلو مشى من الصفا إلى المروة هارباً أو بائعاً أو مستزهاً أو لم
يلو أنه ممسعي حار سعيه و هلمنا توسعة عظيمة كعلم شرط
نيت الوقوف، و رمي الحمرات و الحلق (۱۹۸)
یعنی، پس اگر صرفاً سے مروہ تک چلا (کسی سے) بھاگتے ہوئے یا (کوئی
چیز) بیچتے ہوئے یا (کسی سے) بچتے ہوئے یا نہ جانا کہ یہ مسعی ہے تو
(تمام صورتوں میں) اس کی سعی جائز ہوگی، یہ عظیم گنجائش ہے جیسا کہ
وقوف، رمی جمرات اور حلق میں نیت شرط نہیں۔

ہاں فقہاء کرام نے نیت کو مستحبات میں شمار کیا ہے اور بعض نے سخت کہا جیسا کہ علامہ
رحمت اللہ بن عبد اللہ سندھی نے نیت کے مستحبات میں شمار کیا اور اس کے تحت مؤلف علی قاری نے لکھا
الأولى ذكرها في السنن لمرتبة على فعله مطلوبه كاملة الخ (۱۹۹)
یعنی، نیت کا ذکر سننوں میں کرنا اولیٰ ہے تاکہ اس کے کرنے پر کامل
ثواب مرتب ہو۔

والله تعالى اعلم بالصواب

يوم الإثنين، ۸ ذى الحجة ۱۴۲۸ھ، ۱۷ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 20-F)

۱۹۷۔ حیدر القیوب فی ریدہ المحجوب، باب جہد در بیان سعی بین الصفا و المروہ فصل اول در

بیان شرط صحیح سعی ص ۱۵۹

۱۹۸۔ المسند المتقسط فی المناسک المتروک، باب سعی بین الصفا و المروہ فصل فی مستحبانہ ص ۱۹۸

۱۹۹۔ المسند المتقسط فی المناسک المتروک، باب سعی بین الصفا و المروہ فصل فی مستحبانہ ص ۱۹۸

حلق کے وقت خوشبو والے صابن یا شیمپو کا استعمال

استفتاء۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عمرہ یا حج کے وقت حلق کراتے وقت بالوں کو نرم کرنے کی غرض سے خوشبو والے شیمپو وغیرہ استعمال کر سکتا ہے یا نہیں اور اگر کر لے تو کیا حکم ہے؟

(اسائل محمد نسیم بن احمد عبدالکریم، بلیک جگ روپ، مکہ مکرمہ)

بسمہ تعالیٰ و تقلد الجواب۔ حلق سے قبل خوشبو والے شیمپو یا خوشبو دار صابن استعمال کرنا ممنوع ہے اگرچہ حلق کے لئے بالوں کو نرم کرنے کی غرض سے ہو اور اگر استعمال کر لیتا ہے تو فقہاء عظام نے لزوم ذم کا حکم فرمایا ہے، قدیم زمانے میں جب عظمیٰ جس میں ہلکی خوشبو ہوتی ہے بال وغیرہ دھونے کے لئے استعمال کی جاتی تھی تو فقہاء کرام نے لکھا کہ اگر کوئی شخص حلق سے قبل عظمیٰ سے سر کو دھو لے تو اس پر ذم لازم ہوگا کیونکہ حلق سے قبل وہ احرام میں ہے اور حالت احرام میں خوشبو کا استعمال ممنوع ہے، چنانچہ ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۳ھ لکھتے ہیں:

و فی "المحیط" أیبح له التحلل فعمل رأسه بالخطمی و قلم
أظفاره فعليه ذم لأن الإحرام باقی فی حقه لأنه لا یتحلل إلا
بالحلق (۲۰۰)

یعنی، "محیط" میں ہے اس کے لئے احرام سے نکلنا مباح ہو گیا تو اس نے اپنے سر کو عظمیٰ کے ساتھ دھویا اور ناخن تراشے تو اس پر ذم لازم ہے کیونکہ اس کے حق میں احرام باقی ہے اس لئے کہ وہ حلق (یا تقصیر) سے ہی احرام سے نکلے گا۔

اور "فتح القدیر" (۲۰۱) سے نقل کرتے ہیں:

۲۰۰۔ المسلك المستطفي المنسك المستطفي باب منسك منى، فصل في الحلق و التقصير، ص ۲۵۱

۲۰۱۔ فتح القدیر (المجلد ۲)، کتاب الحج باب الإحرام تحت قوله: و لا أن ما يكون الخ، ص ۵۰۴

و لو غسل رأسه بالخطمی بعد الرمي قبل الحلق يلزمه ذم على
قول أبي حنيفة على الأصح، لأنه إحرامه باقی لا يزول إلا بالحلق
و الحاصل أن قول أبي حنيفة هذا هو الأصح، بل قال
الحنابلة لا أعرف فيه خلافاً و الصحيح أنه يلزمه الذم لأن
الحلق و التقصير واجب فلا يقع التحلل إلا بأحدهما و لم
يوجد فكأن إحرامه باقية، فإذا غسل رأسه بالخطمی فقد زال
التفت في حال قيام الإحرام ويلزمه الذم

و مما يؤيده أن هذا الاختلاف في الحاج لأن المعتمر لا يحل
له قبل الحلق شيء الخ (۲۰۲)

یعنی، اگر رمی کے بعد حلق سے قبل اپنے سر کو عظمیٰ سے دھویا تو امام اعظم
ابو حنیفہ کے اصح قول کے مطابق اُسے ذم لازم ہو جائے گا، کیونکہ اس کا
احرام باقی ہے جو صرف حلق سے زائل ہوگا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ کا یہ قول ہی اصح ہے، بلکہ امام ابو
بکر حصص رازی حنفی نے فرمایا، میں اس مسئلہ میں کسی اختلاف کو نہیں
جانتا، اور صحیح یہی ہے کہ اُسے ذم لازم ہوگا کیونکہ حلق اور تقصیر واجب
ہے اور احرام سے تحلل (یعنی باہر نکلنا) دونوں (یعنی حلق و تقصیر) میں
سے ایک کے ساتھ ہی واقع ہوتا ہے اور وہ (یعنی تحلل) پایا نہیں گیا تو
اس کا احرام (ابھی) باقی ہے، پس جب اس نے عظمیٰ سے اپنے سر کو
دھویا تو اس نے احرام کی حالت میں میل کچیل کوڈر کیا، پس اس پر ذم
لازم ہوگا (یا وہ ہے اگر وہ بغیر خوشبو کے کسی چیز سے سر کو دھو کر میل کچیل کو
زائل کرنا تو صرف مکروہ تنزیہی ہوتا کہ جس پر ذم لازم نہ آتا گلب فقہ
میں اسی طرح ہے)۔

۲۰۲۔ المسلك المستطفي المنسك المستطفي باب مناسك منى، فصل في الحلق و التقصير، ص ۲۵۲

اور جس سے اس کی ناسید ہوتی ہے وہ یہ کہ اختلاف حاجی میں ہے کیونکہ مقرر کو حلق (یا تقصیر) سے قبل کوئی چیز حلال نہیں (عبارت کا ترجمہ مکمل ہوا)۔

چنانچہ مفتی عبدالواحد (معتمد فتاویٰ یورپ) لکھتے ہیں:

حلق یا تقصیر کے وقت خوشبو دار صابن سر پر لگانا جائز نہیں (۲۰۳)

نطمی سے سر دھونے پر دم کا حکم نطمی میں موجود خوشبو کی وجہ سے ہے ورنہ اگر ایسی نطمی سے سر دھویا ہو کہ جس میں خوشبو نہیں ہوتی تو لزوم دم کا حکم نہیں لگایا جائے گا جیسے عراقی نطمی خوشبو دار ہوتی ہے اور شامی نطمی بے خوشبو تو عراقی نطمی سر دھونے میں امام اعظم نے دم کا حکم صاف فرمایا اور شامی نطمی سے سر دھونے میں امام ابو یوسف اور امام محمد نے دم کا حکم نہیں لگایا چنانچہ امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن الہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ نے امام اعظم اور صاحبین علیہم الرحمہ کے اس میں بظاہر اختلاف کو اس طرح بیان فرمایا:

فيل قول أبي حنيفة في نطمى العراقى وله رائحة و قولهما

في نطمى الشام ولا رائحة له ولا خلاف (۲۰۴)

یعنی، کہا گیا کہ امام ابو حنیفہ کا قول عراقی نطمی کے بارے میں ہے کہ جو خوشبو دار ہوتی ہے اور صاحبین کا قول شامی نطمی کے بارے میں ہے کہ جو بے خوشبو ہوتی ہے، لہذا (امام اعظم اور صاحبین کے مابین اس مسئلہ میں) کوئی اختلاف نہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ خوشبو دار نطمی یا سر یا جسم کے کسی اور حصے کو دھونے میں دم لازم ہونے پر اتفاق ہے، اسی سے علماء کرام اس صورت میں دم کا حکم بتاتے ہیں۔

اور خوشبو والے صابن یا شیمپو یا کسی اور خوشبو دار چیز کا استعمال کہ اس سے سر، داڑھی وغیرہا کو دھونے تو دم لازم آتا ہے کیونکہ اس کا استعمال منوعات احرام میں سے ہے یا یہ ان چیزوں میں سے ہے کہ جس کا استعمال حالت احرام میں حرام ہے جیسا کہ صدر الشریعہ محمد امجد

۲۰۲۔ حج کے مسائل مع نیلہ مات حرمین حلق و تقصیر کے مسائل ص ۸۸

۲۰۳۔ فتح القصور المسجل (۲)، باب الحلیات، تحت قرعہ: هذا إذا استعمله ص ۲۵۔ ۲۶

علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

وہا تیں جو احرام میں حرام ہیں (کئی امور ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں)

سر یا داڑھی کو نطمی یا کسی خوشبو دار چیز سے دھونا یا نطمی (۲۰۵)

اور مند رجبہ بال عبارت فقہاء سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ حلق کے لئے بے خوشبو کے صابن یا شیمپو کے استعمال سے بھی بچا جائے کہ حالت احرام میں ہے اور صابن بے خوشبو وغیرہ میل کو دھور کرنے والی چیز ہے اور حالت احرام میں میل چھڑانا مکروہ بات احرام سے ہے اگرچہ مکروہ تنزیہی ہے۔ اور اگر کر بھی لے تو میل چھڑانے کی نیت ہرگز نہ کرے بلکہ حلق کے لئے بالوں کو نرم کرنے کی نیت کرے، بہتر تو یہی ہے کہ بالوں کو نرم کرنے کی ضرورت نیم گرم پانی کے استعمال سے پوری کر لی جائے تاکہ کراہت تنزیہی کے ارتکاب سے بچ جائے کہ اس وقت صابن وغیرہ بے خوشبو کا استعمال حالت احرام میں استعمال کہلاتا ہے جیسا کہ مند رجبہ بالا تصریحات سے واضح ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الجمعة، دی الحجة ۱۴۲۸ھ، ۱۴ دسمبر ۲۰۰۷م (New 16-F)

حلق میں سر کے کچھ بال رہ جانے کا حکم

استفتاء۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے جو کہ متمتع ہے مسجد عائشہ جہاں عمرہ کا احرام باندھا اور آ کر عمرہ مکمل کیا پھر حلق کر دیا یا بال چھوٹے اور سخت ہونے کی وجہ سے پورے سر کا حلق نہ کر دیا کہ تین حصے سے زیادہ کا حلق ہو گیا اور جو تھائی سے کم کا رہ گیا اس طرح اس نے سارے ہونے کیڑے بہن لئے، پوچھنا یہ ہے کہ اس کا حلق درست ہو لیا نہیں؟

(السائل محمد رحمان بن ابوبکر، لیبیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

۲۰۰۔ بہار شریعت حصہ ششم، احرام کا بیان ص ۳۵۷-۳۵۸

بِسْمِ اللَّهِ تَعَالَى وَتَقْدِسُ الْجَوَابُ: حلق یا تقصیر حج و عمرہ کے واجبات سے ہے اور پورے سر کا حلق مسنون ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبد اللہ سندھی لکھتے ہیں:

وَالسَّنَةُ حَلْقُ جَمِيعِ الرَّأْسِ أَوْ تَقْصِيرُ جَمِيعِهِ وَإِنْ اقْتَصَرَ عَلَى الرَّبِيعِ جَازَ مَعَ الْكِرَاهَةِ (۲۰۶)

یعنی، سنت حلق پورا سر ہے یا پورے سر کی تقصیر ہے اور اگر چوتھائی سر پر اکتفاء کیا تو کراہت کے ساتھ جائز ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

فَإِنْ السَّنَةُ حَلْقُ جَمِيعِ الرَّأْسِ أَوْ تَقْصِيرُ جَمِيعِهِ كَمَا فِي "شرح الملباب" (کتاب منافع) و "المفہمستان" (۲۰۷)

یعنی، پس بے شک سنت پورے سر کا حلق یا پورے سر کی تقصیر ہے جیسا کہ "شرح الملباب" اور "مہتمم" میں ہے۔

اور علامہ علاء الدین حسینی متوفی ۸۸۸ھ لکھتے ہیں:

وَحَلْقَةُ الْكُلِّ أَفْضَلُ (۲۰۸)

اور اس کے تحت علامہ شامی لکھتے ہیں:

أَيُّ: هُوَ مَسْنُونٌ، هَذَا فِي حَقِّ الرَّجُلِ (۲۰۹)

یعنی، کل سر کا حلق افضل ہے یعنی مسنون ہے اور یہ مرد کے حق میں ہے۔ اور لکھتے ہیں:

وَأَشَارَ إِلَى أَنَّهُ لَوْ اقْتَصَرَ عَلَى حَلْقِ الرَّبِيعِ جَازَ كَمَا فِي التَّقْصِيرِ،

لَكِنْ مَعَ الْكِرَاهَةِ لِتَوَكُّبِ السَّنَةِ (۲۱۰)

۲۰۶۔ آپہ المسند (مع شرحه للقرنی) باب مناسك منى، فصل في الحلق والتقصير، ص ۲۵۲

۲۰۷۔ جامع الزمور، كتاب الحج، ۱/۲۴۹

۲۰۸۔ الترتيب المختار (مع رد المحتار) ۳/۶۱۲

۲۰۹۔ رد المحتار في القرآن المختار

۲۱۰۔ رد المحتار على الدر المنجدة، المجلد (۳)، كتاب (۵) الحج، مطلب في رمي جمرة العتمة، ص ۲۱۲

یعنی، اور اس طرف اشارہ فرمایا کہ اگر چوتھائی سر کے حلق پر اکتفاء کیا تو جائز ہے لیکن ترک سنت کی وجہ سے کراہت کے ساتھ (جائز ہے)۔

ثابت ہوا کہ پورے سر کا حلق سنت ہے اور چوتھائی سر کا حلق واجب ہے اور اگر کسی نے چوتھائی سر کے حلق پر اکتفاء کیا تو اس نے سنت کو ترک کر دیا اور فقہاء کرام نے اسے مکروہات میں شمار کیا ہے جیسا کہ مندرجہ بالا اسطور میں ہے اور علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبد اللہ بن قاضی امیر اہم سندھی مکروہات حج کے بیان میں لکھتے ہیں:

وَالْاِقْتِصَارُ عَلَى حَلْقِ الرَّبِيعِ عِنْدَ التَّحَلُّلِ

اور اس کے تحت محقق علی قاری لکھتے ہیں:

أَيُّ عِنْدَ خُرُوجِهِ مِنْ إِحْرَامِ الْحَجِّ أَوْ الْعُمْرَةِ (۲۱۱)

یعنی، احرام سے تحلل کے وقت چوتھائی سر منڈ والے پر اکتفاء کرنا مکروہ ہے یعنی حج و عمرہ کے احرام سے ہر نکلنے وقت۔

اور یہاں کراہت سنت کے متقاضی میں ہے اس لئے کراہت تخریجیہ ہوگی جس کے بدلہ قدر ارتکاب پر اسامت لازم آئے گی اور بلا عذر ترک سنت محرومیوں کا سبب ہے اس لئے ترک سنت سے اجتناب ضروری ہے۔

اور محمد دوم محمد ہاشم غٹھوی متوفی ۱۱۷۳ھ لکھتے ہیں:

عَلَمَ مَكْرُوهَاتِ أَنْ اسْتَكْمَلَ مَا قَصَّ شَوْذَوَابَ عَمَلِيٍّ كَمَا وَقَعَ كَرْدُ وَدُرُوي فَضْلٍ مَكْرُوهُ وَلاَ لَزَمَ آيِدُ خَوْفِ عِتَابٍ وَرُتْبِ سُنَّتٍ مُؤَكَّدَةٍ وَخَوْفِ عَذَابٍ وَرُتْبِ تَرْكِ وَاجِبٍ وَلاَ لَزَمَ نَبَاشِدُ شَيْءٍ أَوْ دَمٌ بِأَصْدَقِ وَرُفْعِ أَمْرٍ مَكْرُوهِ مَكْرُوكٍ لَزَمَ آيِدُ دُرُوي تَرْكِ وَاجِبٍ آتَاكَ إِجْزَاءً لَزَمَ كَرْدُ (۲۱۲)

یعنی، مکروہات کا حکم یہ ہے کہ جس عمل میں مکروہ فعل واقع ہو اس عمل کا ثواب ناقص ہو جاتا ہے، اور سنت مؤکدہ کے ترک پر خوف عتاب

۲۱۱۔ المسند المتقسط في المسند الموسع، باب فرائض الحج، فصل في مكروهاته، ص ۸

۲۱۲۔ حية القلوب في راية المحبوب، مقدمة الرسالة، فصل في يوم، ص ۵۰

لازم آتا ہے اور ترک واجب پر خوف عذاب، اور کسی مکروہ کام کے کرنے پر کوئی چیز ذم یا صدقہ لازم نہیں آتا مگر یہ کہ اس سے ترک واجب لازم آتا ہو تو اس وقت جزاء (ذم یا صدقہ) لازم ہوگا۔

لہذا صورت مسئلہ میں حلق درست ہو گیا کہ اس پر کوئی جزاء لازم نہیں ہوئی۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

يوم السبت، ۷ ص ۱۴۲۸ الحجة ۱۵، ۱۵ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 17-F)

عورت کے بال تقصیر کے قابل نہ ہوں تو احرام سے کیسے نکلے؟

استفتاء کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی خاتون کے بال اگر کسی مرض وغیرہ کی وجہ سے گر گئے ہوں اور سننے نکلنے والے بال اتنے چھوٹے ہوں کہ تقصیر کے قابل نہ ہوں تو احرام حج یا عمرہ سے باہر نکلنے کے لئے وہ کیا کرے گی؟

(السائل: محمد عرفان ضیائی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب حلق یا تقصیر حج و عمرہ کے واجبات سے ہے، چنانچہ محمد دوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۱ھ واجبات حج کے بیان میں لکھتے ہیں:

حلق یا قصر ریح رأس در وقت ارادۃ تکلیل از احرام (۲۱۳)

یعنی، احرام سے باہر نکلنے کے ارادے کے وقت سر کے چوتھے حصے کا حلق یا اس کی تقصیر (واجب ہے)۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: میں نے ”فتح القدير“

(۲۱۴) میں دیکھا کہ فرمایا:

إن الحلق عند الشافعي غير واجب وهو عيبنا واجب، لأن

التكليف الواجب لا يكون إلا به (۲۱۵)

۲۱۳۔ حجة القلوب فی رد المحتجب، مقدمۃ الرسالة فصل سہم در بیان قرائن و واجبات الخ ص ۴۳

۲۱۴۔ فتح القدير، باب الإحرام ۲/۳۸۸

۲۱۵۔ رد المحتل علی الفکر المختل، المجلد (۳)، کتاب (۵) الحج، مطلب فی فروع الحج و

وجباته ص ۵۳۹

یعنی، حلق امام شافعی کے نزدیک واجب نہیں ہے اور وہ ہمارے نزدیک واجب ہے کیونکہ تکلیف واجب (احرام سے باہر نکلنا جو کہ واجب ہے) اس کے سوا نہیں ہوتا۔

اور محمد دوم محمد ہاشم ٹھٹھوی دوسرے مقدم پر لکھتے ہیں:

شرط خروج از احرام حج و عمرہ حلق ریح سر یا قصر ریح اوست در وقت حلق (۲۱۶)

یعنی، احرام حج و عمرہ سے نکلنے کی شرط حلق کے وقت چوتھائی سر کے حلق یا چوتھائی سر کی تقصیر ہے۔

اور حلق مردوں کے لئے مسنون ہے جب کہ عورتوں کے لئے مکروہ ہے، چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ بن قاضی عبداللہ بن قاضی امیر اہم سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و الحلق مسنون للرجال (لہی افضل) و مکروہ للنساء (۲۱۷)

یعنی، حلق مردوں کے لئے مسنون ہے (یعنی افضل ہے۔ مثلاً علی قاری) اور عورتوں کے لئے مکروہ ہے۔

اور تقصیر مردوں کے لئے مباح ہے چنانچہ محمد دوم محمد ہاشم ٹھٹھوی لکھتے ہیں:

وقصر مباح است برائے ایشان (۲۱۸)

یعنی، تقصیر مردوں کے لئے مباح ہے۔

اور عورتوں کے لئے صرف تقصیر ہے چنانچہ امام شمس الدین ابوبکر محمد سرخسی لکھتے ہیں:

ولا حلق علیہا، إنما علیہا التقصير، حکنا روی عن رسول

اللہ ﷺ أنه نهى النساء عن الحلق و أمرهن بالتقصير عند

الخروج من الإحرام (۲۱۹)

۲۱۶۔ حجة القلوب، باب اول، فصل دہم در بیان کیفیت خروج از احرام ص ۱۰۲

۲۱۷۔ أبواب المناسك (مع شرحه نقارى)، باب مناسك منى، فصل فی الحلق و التقصير، ص ۲۵۳

۲۱۸۔ حجة القلوب فی رد المحتجب، باب هشتم، فصل ششم، ص ۲۰۶

۲۱۹۔ المبسوط لمرحوم المحقق (۲)، الجزء (۴)، کتاب المناسك، باب القرآن، ص ۳۶

یعنی عورتوں پر حلق نہیں ہے اس پر صرف تقصیر ہے اسی طرح رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے عورتوں کو حلق سے منع فرمایا اور انہیں احرام سے نکلنے کے وقت تقصیر کا حکم فرمایا۔

اور تقصیر عورتوں کے لئے واجب ہے کیونکہ حلق یا تقصیر خود حج و عمرہ کے واجبات میں سے ہیں، چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ سندھی اور مؤلف علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۳ھ لکھتے ہیں:

”والتقصير مباح لهن“ و الظاهر انه مستحب لهن لتعديدهن بتخيـ
فعل بعض الصحابة له و دعائه لهن ”و مسنون“ ای مؤکد ”بل
واجب لهن“ (۲۲۰)

یعنی تقصیر عورتوں کے لئے مباح ہے اور (مؤلف علی قاری فرماتے ہیں) ظاہر ہے کہ وہ عورتوں کے لئے مستحب ہے کیونکہ آپ ﷺ نے بعض صحابہ کے عمل (تقصیر) کو ثابت رکھا اور عورتوں کے لئے دعا فرمائی اور مسنون ہے یعنی سنت مؤکدہ ہے، بلکہ واجب ہے۔

اور محمد و محمد ہاشم ٹھٹھوی لکھتے ہیں:

قصر مسنون بلکہ واجب است برایشان (۲۲۱)

یعنی تقصیر عورتوں کے لئے مسنون بلکہ واجب ہے۔

مندرجہ بالا عبارات میں تقصیر کو عورتوں کے لئے مُباح، مسنون اور واجب لکھا گیا ہے جب کہ حلق کو ان کے لئے مکروہ لکھا ہے اور مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ عورتوں کے حق میں تقصیر کو جو ب کی علت کے بیان میں کراہت تحریمی کی تصریح کی گئی ہے چنانچہ مؤلف علی قاری حنفی علامہ رحمۃ اللہ سندھی کے قول ”بل واجب لهن“ کے تحت لکھتے ہیں:

لكراهية الحلق كراهية تحريم في حقهن إلا لضرورة (۲۲۲)

۲۲۰۔ باب المناسك (مع شرحه للقرنی)، باب مناسك منی، فصل فی الحلق و التقصیر، ص ۲۵۳

۲۲۱۔ حجة القبول فی زیارة المحبوب، باب هشتم، فصل ششم، ص ۲۰۶

۲۲۲۔ المناسك المقنن فی المناسك المتوسطة، باب مناسك منی، فصل فی الحلق و التقصیر، ص ۲۵۳

یعنی، مصنف کا قول کہ تقصیر عورتوں کے لئے واجب ہے کیونکہ حلق عورتوں کے حق میں کراہت تحریمی کے ساتھ مکروہ ہے مگر یہ کہ کوئی شرعی ضرورت ہو۔

اور پھر فقہاء کرام نے حلق کو عورتوں کے لئے حرام بھی لکھا ہے اور وہاں حرام سے مراد حرام ظنی ہے جس سے مراد مکروہ تحریمی ہے، چنانچہ محمد و محمد ہاشم ٹھٹھوی لکھتے ہیں:

ولما زمان لم يحلق حرام است برائے ایشان (۲۲۳)

یعنی، مگر عورتیں تو حلق ان کے لئے حرام ہے۔

اور امام شمس الدین سرخسی نے عورتوں کے لئے حلق سے مرنعت کی روایت کا ذکر کرنے کے بعد لکھا:

و لأن الحلق في حقها مثله، و المثلة حرام، و شعر الرأس زينة لها كاللحية للرجل فكما لا يحلق الرجل لحونه عند الخروج من الإحرام لا تحلق هي رأسها (۲۲۴)

یعنی، اور اس وجہ سے کہ حلق عورت کے حق میں مثله ہے اور مثله حرام ہے اور عورت کے سر کے بال اس کے لئے زینت ہیں جیسے داڑھی مرد کے لئے زینت ہے تو جس طرح مرد احرام سے نکلنے کے وقت داڑھی نہیں منڈوائے گا اسی طرح عورت اپنے سر کے بال نہیں منڈوائے گی۔ اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

وهذا في حق الرجل، ويكره للمرأة، لأنه مثله في حقها كحلق الرجل لحيته (۲۲۵)

۲۲۳۔ حجة القبول فی زیارة المحبوب، باب هشتم، در مناسك منی، فصل ششم، در مساقل حلق و

قصر، ص ۲۰۶

۲۲۴۔ المبسوط، ۲/۴/۳۱

۲۲۵۔ رد المحتل علی الدر المختل، المجلد (۲)، کتاب (۵) الحج، مطلب فی رمی جمرة العبدة

باحت قرينة حلقه، فصل، ص ۶۱۲

یعنی حلق کا مسنون ہونا یہ مرد کے حق میں ہے اور حلق عورت کے لئے مکروہ (تحریمی) ہے کیونکہ حلق عورت کے حق میں مثلاً (خلقت اللہ کو تبدیل کرنا) ہے جیسے مرد کا اپنی داڑھی کا موڈ مٹانا۔

مندرجہ بالا عبارت میں عورت کے حلق کو مرد کی داڑھی منڈوانے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور مؤلف علی قاری داڑھی کے بارے میں لکھتے ہیں:

و فيه أنه ورد في السنة إصلاح اللحية بما يزيد على القبضة فلا يكون أصلها مثلاً بل حلقها مثلاً

یعنی، سنت میں داروہ ہے داڑھی جو ایک مشت سے زائد ہو تو اس کا لیمنا مثلاً نہیں بلکہ داڑھی کا موڈ مٹانا مثلاً ہے۔
چند سطریں آگے لکھتے ہیں:

ولأن حلق اللحية من باب المثلة ولأن ذلك تشبيه بالتصلي (۲۲۶)
یعنی، کیونکہ داڑھی منڈوانا مثلاً کے باب سے ہے، اور اس لئے کہ اس میں انصاری کے ساتھ مشابہت ہے۔

اور شرع نے داڑھی منڈوانے کو مثلاً قرار دیا جو کہ حرام ہے اور نصاری کے ساتھ مشابہت قرار دیا وہ بھی حرام ہے اور عورت کے سر منڈوانے کو مرد کے داڑھی منڈوانے کے ساتھ مشابہت دی گئی یعنی جیسے مرد کو داڑھی منڈوانا حرام ہے اسی طرح عورت کو سر منڈوانا حرام ہے سوائے ضرورت شرعیہ متحقق ہونے کے جیسے کہ مؤلف علی قاری کا قول ”إلا ضرورة“ سے ضرورت شرعیہ متحقق ہونے کے وقت زہب حلق ثابت ہے۔

تو نتیجہ یہ نکلا کہ صورت مسلولہ میں عورت سر نہیں منڈوائے گی کہ اسے شرعاً ایسا کرنا حرام ہے اور تقصیر وہ کرنا نہیں سکتی کہ بال اتنے بڑے نہیں ہیں کہ تقصیر کے قابل ہوں۔ لہذا ثابت ہوا کہ وہ شرعاً معذور ہے۔

اگر احرام سے نکلنے کے لئے حلق یا تقصیر واجب ہے تو مذکورہ عورت کے حق میں حلق حرام

یعنی مکروہ تحریمی ہے یعنی جس فعل کا کرنا واجب ہے تو اس کا ترک مکروہ تحریمی ہے اور جس فعل کا کرنا مکروہ تحریمی ہے اس کا ترک واجب ہے۔ مذکورہ عورت اگر حلق کو ترک کرتی ہے تو کراہت تحریمی لازم آتی ہے اور اگر کر لیتی ہے تو بھی کراہت تحریمی کا ارتکاب ہوتا ہے یعنی فعل و ترک دونوں صورتوں میں کراہت تحریمی کے ارتکاب سے نہیں بچ سکتی تو ایسی صورت میں اسے مجبور و معذور ہی قرار دیا جائے گا کہ اگر وہ حلق کو ترک کر دیتی ہے تو اس میں وہ مجبور و معذور قرار دی جائے گی اور اگر حلق کر دالتی ہے جو کہ اس کے حق میں حرام قرار دیا گیا ہے تو اس میں بھی وہ مجبور و معذور قرار دی جائے گی۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ عورت ایسی صورت میں کس کو چھوڑے، بہر صورت اس سے کسی ایک واجب کا ترک ہو گا، جب ہم نے فقہاء احناف کی عبارات کو دیکھا تو ہمیں دونوں صورتوں میں رخصت کے اقوال ملے کہ یہاں فقہاء کرام نے عورت کے لئے حلق حرام اور مکروہ تحریمی قرار دیا ہے وہ ہیں ”إلا ضرورة“ لکھ کر ضرورت شرعی پائے جانے کے وقت رخصت دے دی جیسا کہ ”المسک المتقسط“ (ص ۲۵۳) میں مؤلف علی قاری نے لکھا ہے۔

اسی طرح جہاں فقہاء کرام نے حلق یا تقصیر کو واجب قرار دیا ہے وہیں عذر شرعی پائے جانے کے وقت اس واجب کے ترک کی رخصت بھی دی ہے جیسا کہ ”لباب المسائل و صواب المسائل“ ”محامع المسائل و دفع المسائل“ ”المسائل المتقسط فی المسائل المتوسطة“ اور ”حیة القلوب فی زیارة المحبوب“ میں ہے۔ اب جب دونوں میں فصل و عدم فصل اور ترک و عدم ترک برابر ہو گئے تو ایسی صورت میں کسی ایک کو کرنے اور دوسرے کو ترک کرنے کے لئے ترجیح و عدم ترجیح کے لئے غور کرنا پڑا۔

غور کرنے پر معلوم ہوا کہ حج و عمرہ میں حلق کا وجوب خالص اللہ عز و جل کا حق ہے اور عورت کا اپنے بالوں کو نہ منڈوانا واجب ہے کیونکہ عورت کو سر منڈوانے سے نبی ﷺ نے منع فرمایا اور فقہاء کرام نے اسے مثلاً قرار دیا، اس لئے منڈوانا مکروہ تحریمی ہے تو اس واجب کے ساتھ بندے کا حق متعلق ہے وہ خصوصی طور پر شادی شدہ عورت کے لئے اس کے شوہر کا حق

کیونکہ بال زینت ہیں اور زینت شوہر کا حق ہے اسی لئے شرع نے بیوی کے ترک زینت پر شوہر کو اسے سرزنش کرنے کا حق دیا ہے، تو ایسی صورت میں بندے کے حق کی پاسداری اور اللہ عزوجل کے حق کو عذر کی وجہ سے چھوڑ دینا اولیٰ ہے تو نتیجہ یہ نکلا کہ وہ عورت حلق نہیں کروائے گی۔

اب سوال یہ ہے کہ جب اس نے حلق یا تقصیر کی وجہ سے ترک کیا تو وہ گنہگار نہ ہوگی کیونکہ یہ ترک عمدہ قصد نہیں بلکہ ایک شرعی عذر کی بنا پر ہے اور رکن دہ تو تب ہوگا جب ترک قصد ہو چنانچہ محمد و محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۷ھ لکھتے ہیں:

چون ترک کرد بطریق عمدہ آثم باشد اگر چه دم دہد و مرتفع نکرد و آن اثم بغیر تو بہ (۲۲۷)

یعنی، واجب کو جب عمدہ ترک کرے گا تو گنہگار ہوگا اگر چه دم دے دے اس کا گناہ سچی تو بہ کے بغیر نہ اٹھے گا۔

اور علامہ رحمۃ اللہ بن قاضی عبد اللہ سندھی لکھتے ہیں:

لكن العمد آثم (۲۲۸)

یعنی، عمدہ گنہگار ہے۔

اور یہاں عمدہ ترک نہیں بلکہ ایک شرعی حق کی وجہ سے ہے لہذا وہ گنہگار نہ ہوگی۔

اور دوسرا سوال یہ ہے کہ ترک واجب کی وجہ سے اس پر دم لازم آئے گا جیسا کہ واجبات کا کچھ حکم ہے چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ سندھی لکھتے ہیں:

و حکم الواجبات لزوم الحزاء بترك واحد منهما و جواز الحج سواء تركه عمداً أو سهواً (۲۲۹)

یعنی، حکم واجبات کا ان میں سے کسی ایک کے ترک پر لزوم جزاء (یعنی

۲۲۷۔ حجة القلوب في رتبة المحبوب، مقدمة الرسالة فصل سيوم ذرياء فرائض و واجبات، ص ۵۰

۲۲۸۔ كتيب المناسك (مع شرحه للقري)، ص ۸۰

۲۲۹۔ كتيب المناسك (مع شرحه للقري)، باب فرائض الحج، فصل في واجباته، ص ۸۰

دم) اور جو از حج ہے چاہے اسے عمدہ ترک کرے یا سهواً (۲۳۰) لیکن اس قاعدہ سے چند واجبات کے ترک پر لزوم جزاء کو مستثنیٰ کیا گیا ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ کسی عذر کی وجہ سے حق کو ترک کر دے چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ سندھی لکھتے ہیں:

و يستثنى من هذا الكلي ترك الحلق لعذر مخصصاً (۲۳۱)

یعنی، اس کلی میں سے عذر کی بنا پر ترک حلق کو مستثنیٰ کیا گیا ہے۔

اور محمد و محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

۴۔ چنانچہ گفتیم کہ ترک واجب لازم آید م استثناء کردہ اند علماء ازوے وہ عدد واجبات دہ ہشتم آنکہ ترک کند حلق را بعد رے چنانکہ جو علتی دوسر (۲۳۲)

یعنی، وہ جو میں نے کہا کہ ترک واجب پر دم لازم آئے گا، علماء کرام نے اس سے دل عدد واجبات کا استثناء کیا ہے (کہ جس کے ترک پر دم لازم نہیں آتا) ان میں سے اٹھواں یہ ہے کہ کسی (معتول) عذر کی بنا پر حلق (و تقصیر) کو ترک کر دے جیسا کہ سر میں کوئی علت ہو (جیسے پھوڑے،

پھنسیاں وغیرہ اور بال استنہ چھوٹے ہوں کہ تقصیر بھی نہ ہو سکے)

اور عذر سے مراد ایسا عذر کہ شرع نے اسے معتبر رکھا ہو چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ سندھی حنفی کی کتاب میں عبارت ”و ترك الواجب بعذر“ (یعنی واجب کا کسی عذر کی وجہ سے ترک) کے تحت مولانا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

ای معتبر شرعاً (۲۳۳)

یعنی، وہ عذر جو شرعاً معتبر ہو۔

اور یہ بھی ہے کہ وہ عذر رہندوں کی جہت سے نہ ہو چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

۲۳۰۔ وفي شرحه عطلة ترك كرسيا بجلوسه لا يلحقه ترك كرسيا جالساً بجلوسه۔

۲۳۱۔ كتيب المناسك (مع شرحه للقري)، ص ۸۰

۲۳۲۔ حجة القلوب في رتبة المحبوب، مقدمة الرسالة فصل سيوم ذرياء فرائض و واجبات، ص ۵۰

۲۳۳۔ المناسك المتضمنة في المناسك المتوسطة، ص ۸۱

أن الحراد بالعلو ما لا يكون من جهة العباد، حيث قال عبد
بول الباب: ولو فاتة الوقوف بمزدلفة بإحصار فعليه دم: هذا
غير ظاهر، لأن الإحصار من جملة الأعداء إلا أن يقال: إن هذا
مانع من جانب المعلق، فلا يؤيد (٢٣٤)

یعنی، (شرح ملا علی قاری نے جو ذکر کیا اس پر دلالت کرتا ہے کہ) بخیر
سے مراد وہ عذر ہے جو بندوں کی جہت سے نہ ہو اس حیثیت سے کہ (شرح
نے علامہ رحمت اللہ سندھی کے) ”باب“ میں قول ”اور اگر اس کے مختصر
ہونے کی وجہ سے وقفہ مزدلفہ فوت ہو گیا تو اس پر دم ہے“ پر فرمایا، یہ غیر
ظاہر ہے کیونکہ إحصار من جملة أعداء میں سے ہے مگر یہ کہا جائے کہ یہ مانع
محقق کی جانب سے ہے لہذا (مستویا دم میں) مؤثر نہ ہوگا۔

اور صورت مسئلہ میں عذر محقق کی جانب سے نہیں ہے بلکہ شرع کی جانب سے ہے کہ
اس صورت میں شرع مطہر نے عورت کو علق کے ذریعے اس واجب کی ادائیگی سے روکا کہ اس
کے حق میں حرام قرار دے دیا لہذا یہ عذر رأت میں سے ہے کہ جنہیں شرع نے معتبر رکھا ہے۔
اور تیسرا سوال یہ ہے کہ مذکورہ خاتون جب علق نہیں کرائے گی کہ اُسے علق ممنوع ہے
اور تفسیر وہ کروا نہیں سکتی تو احرام سے باہر کس فعل سے ہوگی یعنی احرام سے نکلنے کے لئے اُسے
کچھ کرنا ہوگا یا خود بخود احرام سے باہر ہو جائے گی عمرہ میں سعی کے بعد اور حج میں ری یا ذبح
کے بعد کیونکہ اگر حج افراد کر رہی ہے تو دس ذوالحجہ کو رمی جمرہ عقبہ کے بعد اور اگر حج تمتع یا قرآن
کر رہی ہے تو ذبح (یعنی قربانی) کے بعد۔

چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

اگر مسجد رکعتیں ہر دو اثنی علق و قصر معا بہب آنکہ در سر علق و در دو اولیں
نیز از مقدار سر انگشت کمتر اند پس ساقط رکعتیں ہر دو از ازوی و حلال گشت از
احرام بعد فراغ ری جمار بغیر قیام چیز سے دیگر مقام طلق و لازم نباشد بروی

چیز سے لازم و صدقہ زیر آنکہ ترک نمود واجب راخذ (٢٣٥)
یعنی، اگر قصر و علق سر میں کسی علق کی وجہ سے دونوں ایک ساتھ متحد رہو
جائیں اور اس کے سر کے بال بھی ایک پورے سے کم ہوں تو دونوں
(یعنی قصر و علق) میں سے ہر ایک اس سے ساقط ہو جائے گا اور وہ رمی
جمرہ سے فراغت کے بعد (حج افراد میں) علق کی جگہ کسی دوسری چیز کے
قیام کے بغیر احرام سے نکل جائے گا (اور حج تمتع پر قرآن میں دم شکر
(یعنی قربانی) کے ذبح ہونے کے بعد) اور اس پر دم و صدقہ میں سے
کوئی چیز لازم نہ ہوگی کیونکہ اس نے واجب کو نذر کے سبب ترک کیا ہے۔

اور فقہاء کرام نے ایسی صورت میں محظورات احرام کے ارتکاب میں تاخیر کو افضل
قرار دیا ہے چنانچہ امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن البہم حنفی متوفی ٨٦١ھ لکھتے ہیں:

و الأحسن له أن يؤخر الإحلال إلى آخر الوقت من أيام المحرمة
و لا شيء عليه إن لم يؤخره (٢٣٦)
یعنی، بہتر یہ ہے کہ احلال کو ایام حرمہ کے آخری دن تک مؤخر کر اور مؤخر نہ
کرے تو اس پر کچھ (لازم) نہیں ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی لکھتے ہیں:

ولیکن افضل در حق وی آنست کہ ارتکاب عمدہ محظورات احرام را از ایس
قبط، تطہیب وغیر آن تا روز اخیر از ایام حرمہ زیر آنکہ شاید کہ زائل گرد و بعد
او در یک ساعت ولیکن این تاخیر واجب نباشد بروی (٢٣٧)

یعنی، اس کے حق میں افضل یہ ہے کہ محظورات احرام جیسے پہلے ہوئے
کیڑے، خوشبو وغیرہا کے استعمال کا ایام قربانی کے آخر تک ارتکاب نہ

کرے کہ شاید اس کاغذ رايك گھڑی میں زائل ہو جائے لیکن یہ تاخیر اس پر واجب نہیں ہے۔

اور صورت مسئلہ میں جو عذر ہے وہ ایسا نہیں کہ جس کے زوال کا امکان ہو، ویسے بھی یہ تاخیر افضل ہے نہ کہ واجب۔ اور اگر بال استغناء ہو گئے ہوں فقیر ہو سکتی ہے کہ ایک پورے کی مقدار کاٹنے جا سکتے ہوں تو بہر صورت کاٹنے ہوں گے۔

یہ ایسا مسئلہ تھا کہ جس کی تصریح کتب مناسک میں اور کتب فقہ میں مجھے نظر نہیں آئی، اللہ عزوجل کی توفیق سے میں نے اس کا حل پیش کیا ہے، چاہئے کہ اسے محفوظ رکھا جائے کہ ضرورت کے وقت کام ہے اور جو حکم میں نے لکھا ہے اگر حق ہے تو من جانب الحق ہے ورنہ میری طرف سے ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم السبت، ۲۶ ذی الحجة ۱۴۲۸ھ، ۱۵ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 18-F)

عمرہ میں بغیر طواف کئے سعی و حلق کروانے والے کا حکم

استفتاء۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے گروپ میں ایک شخص عمرہ کا احرام باندھ کر آیا اور اس نے طواف کعبہ کئے بغیر سعی کر لی اور حلق کر دیا کرپڑے تبدیل کر لئے اور آ کر سو گیا، اس صورت میں اس پر کیا لازم ہوگا؟

(السائل محمد صدیق، لیبک ٹورز، مکہ مکرمہ)

بسم اللہ تعالیٰ و تقدس الجواب: صورت مسئلہ میں اس پر عمرہ کی قضاء اور دم لازم ہوگا اور تو پہنچ کر لی ہوگی، کیونکہ عمرہ میں طواف اس کا رکن ہے، چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

طواف العمرہ ہو رکن فیہا

اس کے تحت مفتا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۳ھ لکھتے ہیں:

ای فرض فی أدائها (۲۳۸)

یعنی، طواف عمرہ اس میں رکن ہے یعنی عمرہ کی ادائیگی میں فرض ہے۔

اور طواف عمرہ کی ادائیگی کے بعد سعی واجب ہے چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

و بعده سعی ای واجب (۲۳۹)

یعنی، اور اس کے بعد سعی ہے یعنی واجب ہے۔

جب سعی طواف عمرہ کے بعد کی جائے تو وہ سعی عمرہ کے واجب سے شمار ہوتی ہے کیونکہ عمرہ

میں سعی کا طواف عمرہ کے بعد واقع ہوا صحیح سعی کی شرط ہے، چنانچہ مفتا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

قال المصنف في "الكبير" (دال المصنف في "الكبير" في باب

السعي بين الصفا والمروة: و من شرائطه أن يكون بعد الطواف أو

بعد لو أكثره الخ) (۲۴۰) و تقلید الطواف علی سعی مشروط

لصحۃ السعی بالاتفاق اهـ (۲۴۱)

یعنی، (مناسک مفتا علی قاری کے متن "باب المناسک و عباد

المناسک" کے) مصنف (علامہ رحمۃ اللہ بن عبد اللہ سندھی حنفی) نے

(اپنی مناسک حج پر دوسری کتاب) "مناسک کبیر" (المسعی

بمجامع المناسک و نفع المناسک) میں فرمایا (عمرہ میں) طواف کا

سعی پر مقدم ہونا بالاتفاق صحیح سعی کی شرط ہے۔

اس لئے اس کی سعی سے عمرہ کا یہ واجب بھی ادا نہ ہوا کیونکہ وہ سعی اپنی صحت کی شرط کے

نہ پائے جانے کی وجہ سے انصاف عمرہ سے واقع نہ ہوئی۔ کیونکہ جب شرط فوت ہو جائے تو

مشروط بھی فوت ہو جاتا ہے۔

۲۳۸۔ المناسک المتقسط فی المناسک المتوسعة باب أنواع الأضحية، ص ۱۰۸

۲۳۹۔ باب المناسک (مع شرحه لنقلی)، ص ۱۰۸

۲۴۰۔ مجامع المناسک فعل فی شرائط صحۃ للسعی، ص ۱۳۶، فی نسخة، ص ۲۰۲ فی أخرى

۲۴۱۔ المناسک المتقسط باب العمرة، ص ۱۰

اور طلق و تقصیر بھی عمرہ کے واجبات میں سے ہیں جب کہ وہ اپنے مشروع وقت میں واقع ہوں چنانچہ مؤلف علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و باعتبار إيقاعه في وقته المشروع و هو أن يكون بعد السعي في العمرة واجب مطلقاً (۲۴۲)

یعنی، اور اس کے اپنے مشروع وقت میں واقع ہونے کے اعتبار سے اور وہ یہ ہے کہ عمرہ میں (علق و تقصیر) سعی کے بعد ہو۔

یہاں طلق اپنے مشروع وقت میں واقع نہیں ہوا کہ اس نے طلق اس سعی کے بعد نہیں کر دیا جو سعی عمرہ کے واجب سے واقع ہوئی ہو بلکہ اس سعی کے بعد کر دیا جو کہ سعی عمرہ کے واجبات سے شمار ہی نہیں کی گئی اور صورت مسئلہ میں تو طلق اپنے وقت جواز میں بھی واقع نہیں ہوا اور عمرہ میں اس کے جواز کا وقت طواف عمرہ کے چار پھیروں کے بعد تھا، چنانچہ مؤلف علی قاری لکھتے ہیں:

فليت: هو من حيث صحة وقوعه في وقت جوازه، هو ما بعد إيتائه بالركن الأعظم في الحج، و بعد أكثر طوافه في العمرة شرط (۲۴۳)

یعنی، میں کہتا ہوں وہ اپنے وقت جواز میں صحت وقوع کی حیثیت سے شرط ہے وہ یہ ہے کہ حج میں رکن اعظم (یعنی قلوب عرفہ) کے بعد اور عمرہ میں اکثر طواف کے بعد ہو۔

اسی طرح علامہ رحمۃ اللہ سندھی نے ”ظہاب“ کے ”باب مناسک منی“ میں لکھا ہے۔ (۲۴۴)

اور صورت مسئلہ میں اس نے عمرہ کے رکن کو ترک کیا کہ جس کا بدل اصلہ کوئی چیز نہیں

۲۴۲۔ المسالك المصنعة باب فرائض الحج، فصل في واجباته، ص ۷۸

۲۴۳۔ المسالك المصنعة في المناسك المتوسطة باب فرائض الحج، فصل في واجباته، ص ۷۸

۲۴۴۔ أبواب المناسك و تحبيب المسالك (مع شرح)، باب مناسك مني، فصل في رجال للحق و

مكاته و شرائط جوازه، ص ۲۵۴

ہو سکتی اس پر لازم تو یہ تھا کہ وہ اس صورت میں پہلے فرض طواف کو ادا کرنا پھر سعی کرنا تاکہ وہ سعی عمرہ کی سعی شمار ہوتی اور وقت سے قبل طلق کا دم دے دیتا مگر اس نے طلق اور دیگر محظورات احرام کا ارتکاب تحلل کی نیت سے کیا ہے تو اسے نئے احرام کے ساتھ عمرہ کی قضاء اور دم لازم ہوگا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

يوم الجمعة، دی الحجة ۱۴۲۸ھ، ۱۴ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 15-F)

نا پاک جگہ سے کنکریاں اٹھانا

استفتاء۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حاجی مزدلفہ سے کنکریاں اٹھاتے ہیں اور مزدلفہ ایک کھلا میدان ہے باوجود اس کے کہ وہاں باتھ روم وغیرہ بنے ہوئے ہیں پھر بھی کچھ لوگ پہاڑوں پر بول و براز کرتے ہیں اس صورت میں کنکریاں چھتا بہا اوقات مشکل ہو جاتا ہے کہ جگہ جگہ گندگی ہوتی ہے تو نجس جگہ سے کنکریاں چھتا کیسا ہے؟

(اسئلہ:)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب۔ فقہاء کرام نے نجس جگہ سے کنکریاں اٹھانے کو مکروہ قرار دیا ہے چنانچہ محد و محمد ہاشم ٹھٹھوی متوفی ۱۳۷۱ھ لکھتے ہیں:

و نیز مکروہ است گرفتن سنگریز ہا از مکان نجس (۲۴۵)

یعنی، نیز نجس جگہ سے کنکریاں لینا مکروہ ہے۔

اور یہ کراہت تنزیہی ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

و کراہت در این ہر دو صورت تنزیہیہ است (۲۴۶)

یعنی، ان دونوں صورتوں میں کراہت تنزیہی ہے۔

اور اگر یقین ہو کہ جو کنکریاں جمرات کو ماری ہیں وہ نجس تھیں تو اس کی رمی کراہت کے

۲۴۵۔ حیا القلوب فی زیارة المحبوب، ص ۲۰۰

۲۴۶۔ حیا القلوب، باب هشتم در بیان مناسک منی، فصل بول، ص ۲۰۰

ساتھ جائز ہو جائے گی، چنانچہ علامہ نظام الدین اور علماء ہند کی ایک جماعت نے لکھا:
لورمی بمتخصه بمقنن كره و أجزاء كذا في "فتح القدير" (۲۴۷)
یعنی، اگر یقین کے ساتھ ناپاک کنکریوں سے رسی کی تو مکروہ (کام) ہوا
اور رسی اسے جائز ہو گئی اسی طرح "فتح القدير" (۲۴۸) میں ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

يوم السبت ۱۲ ذی الحجة ۱۴۲۸ھ، ۲۱ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 23-F)

حجرات سے کنکریاں اٹھانا مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟

استفتاء۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم نے
دیکھا ہے کہ لوگ حجرات کے پاس سے بھی کنکریاں اٹھانے میں تامل نہیں کرتے جب کہ ہم
نے پڑھا اور علماء کرام سے بھی سنا ہے کہ حجرات کے پاس سے کنکریاں اٹھانا مکروہ ہے۔ اب
پوچھنا یہ ہے کہ یہ کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی کیونکہ اگر کراہت تحریمی ہوگی تو ارتکاب کرنے
والا گنہگار ہوتا ہے جس کے لئے اس پر تو بلا لازم آتی ہے جبکہ تنزیہی میں نہیں؟

(السائل بحر بن عبد القادر، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقلید الجواب: رسی کے لئے حجرات کے پاس سے
کنکریاں اٹھانا مکروہ ہے، چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

بأخذ الحصی من أوق موضع شاء إلا عند الحمرة فإن ذلك يكره.

لأن ما عليها من الحصی مردود و هكذا جاء في الأثر (۲۴۹)

یعنی، حجرات کے پاس پڑی ہوئی کنکریوں کے علاوہ جہاں سے چاہے

اٹھائے پس تحقیق وہ مکروہ کیونکہ ان کے پاس کنکریاں ہیں وہ مردود

۲۴۷۔ الفتاویٰ الہدیۃ المسجلہ (۱)، کتاب المناسک الباب للعصی فی کعبۃ اداء الحج، ص ۲۳۳

۲۴۸۔ فتح القدير ۲۰۰/۵

۲۴۹۔ الہدیۃ المسجلہ (۱)، کتاب الحج، باب الإحرام، ص ۱۶۸

ہیں، اسی طرح اثر میں آیا ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۲۸۳ھ لکھتے ہیں

ونیز مکروہ است برداشتن سنگریزہ از نزد حجرہ زیرا کہ سنگریزہ ہا کہ موجود اند

در حجرات علامات آن است کہ مردود مستند چہ وار شدہ کہ برداشتنی

شود سنگریزہ ہائے مقبولہ را برائے مقبیل میزان صاحب آنہا (۲۵۰)

یعنی، نیز حجرہ سے کنکری اٹھانا مکروہ ہے کیونکہ جو کنکریاں حجرات میں

موجود ہیں اس کی علامات ہیں کہ وہ غیر مقبول ہیں اس لئے کہ احوال

میں آیا کنکریاں مارنے والے کے میزان کو (قیامت میں) بھاری

کرنے کے لئے مقبول کنکریاں اٹھائی جاتی ہیں۔

اور علامہ علاؤ الدین حصکلی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شافعی

متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں۔

و يكره أخذها من عند الحمرة لأنها مردودة لحديث ما رواه

"الدارقطني" (۲۵۱) و "الحاكم" (۲۵۲) و صححه عن أبي

سعيد الخدري "قال: قلت يا رسول الله! هل الحمرة التي

سرمى بها كل عام فتحيب أنها تقص، فقال: إن ما يقبل منها

رفع وأو لا ذللك ليرثها، فقال: أجباب (۲۵۳)

۲۵۰۔ حاشیہ العتب فی زیلہ المحبوب، باب هشتم، فصل رسی، ص ۲۰

۲۵۱۔ سنن الدارقطني، کتاب الحج، برقم: ۲۶۲۳/۱، ۲۶۲۳/۲

۲۵۲۔ المستدرک للحاکم، کتاب المناسک، برفع، مقبل الحج، برقم: ۱۷۹، ۱۳۷/۲

أیضاً المعجم الأوسط، برقم: ۱۷۵۰، ۴۷۴/۱

أیضاً السنن الکبریٰ نبیہی، کتاب الحج، باب أخذ الحصی رسی حجرہ العقبہ و کعبۃ ذلک

برقم: ۵۵۴، ۲۱۰/۵

أیضاً المصنف لابن أبی شیبہ، کتاب الحج، باب فی حصی الحمل، جاء فی ذلک، ۴۹۵/۴

أیضاً مجمع الزوائد للذهبی، کتاب الحج، باب رسی، برقم: ۵۵۸، ۴۴۳/۳

۲۵۳۔ رد المحتل علی الدر المختل، کتاب الحج، فصل فی الإحرام، مطلب فی رسی حجرۃ العقبہ، ۲۱۰/۳

یعنی، حجرہ کے پاس کنکریاں اٹھانا مکروہ ہے اس لئے کہ وہ مردود کنکریاں ہیں حدیث شریف میں ہے جسے امام دارقطنی نے روایت کیا اور اسے امام حاکم نے صحیح قرار دیا، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ حمرات جنہیں ہم ہر سال کنکریاں مارتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ کم ہو جاتی ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا کہ مقبول کنکریاں اٹھائی جاتی ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو تم ایک پہاڑ کنکریوں کا دیکھتے۔

امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن حمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

عن ابن عمر رضي الله عنهما انه كان يأخذها من جميع
بمخلاف موضع الرمي لأن السلف كرهوه لأنه مردود (۲۵۴)
یعنی، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ حرمان سے
کنکریاں لیتے، برخلاف موضع رمی (یعنی حمرات) کے کیونکہ سلف نے
اسے مکروہ قرار دیا کیونکہ وہ مردود ہیں۔

اور کراہت سے مراد کراہت تنزیہی ہے چنانچہ محمد بن محمد ہاشم ٹھٹھوی نے حجرہ کے پاس
سے اور نجس جگہ سے کنکری اٹھانے کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وکراہت ورین ہر دو صورت تنزیہیہ است (۲۵۵)

یعنی، ان دونوں صورتوں میں کراہت تنزیہیہ ہے۔

اس لئے حاجیوں کو چاہئے کہ حمرات سے کنکریاں نہ اٹھائیں لیکن اس سے مراد وہ
کنکریاں ہیں جو حمرات کو ماردی گئیں فی زمانہ جو کنکری حمرات کو ماردی گئی بہت کم ہے کہ
اسے دوسرا کوئی اٹھ سکے کیونکہ حمرات کے گرد چھوٹی دیوار اتنی دور ہے کہ کنکری ہلک کر بمشکل
باہر آ سکتی ہے یا پھر اتنی دور سے کسی نے پھینکی ہو جو اس چھوٹی دیوار کے اندر ہی نہ گری ہو اس

لئے وہاں پڑی ہوئی کنکری میں احتمال بہر حال موجود ہے کہ یہ ماردی ہوئی کنکری ہے نہ کہ گری
ہوئی۔ لہذا احتیاط اسی میں ہے کہ وہاں پڑی ہوئی کنکری رمی کے لئے نہ اٹھائی جائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

يوم الجمعة ۱۲ دی الحجة ۱۴۲۸ھ، ۲۱ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 25-F)

کنکریوں کو دھونا کیسا ہے؟

استفتاء... کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مزدغہ سے
رمی کے لئے کنکریاں چن کر انہیں دھو لینا جائز ہے یا نہیں کیونکہ اس سال مزدغہ ایک شخص کو
میں نے سنا کہ وہ دوسروں کو کنکریاں دھونے سے منع کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ شریعت میں اس
کا کوئی ثبوت نہیں ہے برائے مہربانی اگر کوئی اس کا ثبوت ہماری فقہ کی کتابوں میں ہو تو بتائیے
تاکہ ہمارا دل مطمئن ہو کہ ہم ہمیشہ سے یہی عمل کرتے ہیں؟

(اسمائل: محمد رضوان بکالی، لیبیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب رمی کے لئے بھی گئی کنکریوں کو دھونا
جائز ہے کیونکہ کنکری اگر یقینی نجس (نا پاک) ہے تو اس سے رمی کرنا مکروہ ہے چنانچہ علامہ نظام
الدین حنفی متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

و لو رمی بمتنجسة یقین کرہ (۲۵۶)

اور علامہ علاؤ الدین حنفی متوفی ۸۸۸ھ لکھتے ہیں:

و یکرہ ان یرمی بمتنجسة یقین ملخصاً (۲۵۷)

یعنی، ایسی کنکری سے رمی کرنا مکروہ ہے کہ جس کا نا پاک ہونا یقینی ہو۔

اور اگر کنکری یقیناً نا پاک نہیں تو بغیر دھونے کے ان سے رمی کرنا مکروہ نہیں چنانچہ علامہ
سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

و أما يبدون فيقن فلا يكره لأى الأصل الطهارة

یعنی، نجاست کے یقین کے بغیر کراہت نہیں کیونکہ اصل طہارت ہے۔

کنکریوں کی نجاست کا یقین نہ ہو تو بغیر دھوئے اُن سے رمی اگرچہ مکروہ نہیں مگر اُن کو

دھولیا مستحب ہے تاکہ یقینی پاکی حاصل ہو جائے، چنانچہ امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن

الحصام حنفی متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

و يستحب أن يغسل الحصيات قبل أن يرميها ليتقن طهارتها

فإنه يقام بها قربة (۲۵۸)

یعنی، مستحب ہے کہ رمی سے قبل کنکریوں کو دھولے تاکہ ان کی پاکی کا یقین

حاصل ہو جائے اس لئے کہ ان کے ذریعے قربت قائم کی جائے گی۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و يستحب أن يغسل الحصاة (۲۵۹)

اور علامہ شامی لکھتے ہیں:

لكن يسلب غسلها لتكون طهارتها متيقنة كما ذكره في

البحر وغيره (۲۶۰)

یعنی، لیکن کنکریوں کو دھونا مندوب (یعنی مستحب) ہے تاکہ ان کی پاکی

یقینی ہو جائے جیسا کہ اسے "بحر الرائق" (۲۶۱) وغیرہ میں ذکر کیا ہے۔

اور فی زمانہ حاجیوں کی کثرت کے باعث مشاہدہ یہ ہے کہ لوگ پہاڑوں اور رستوں

کے اطراف میں چٹاب و پٹخا نہ کر دیتے ہیں اس لئے کنکریوں کے ناپاک ہونے کا قوی

۲۵۸ فتح القدیر، المصنف (۲)، کتاب الحج، باب الإحرام تحت قربة يأخذ الحصاة الخ ص ۵۰۰

۲۵۹ مجمع المسائل و تنوع المسائل، باب المردلة، فصل في رفع الحصاة ص ۱۲۵، المطبعة

المصرية بلفظ مطبعة ۱۲۸۹ھ ص ۲۶۱ مطبعة فحشاء

۲۶۰ رد المحتار على الدر المختار، المصنف (۳)، کتاب (۵) الحج، مطلب في حجرة

العقبة ص ۶۱۰

۲۶۱ البحر الرائق، المصنف (۲)، کتاب الحج، باب الإحرام تحت قوله فرم حجرة العصابة ص ۲۴۵

احتمال ہوتا ہے اس لئے مناسب یہی ہے کہ اُن کو دھولیا جائے چنانچہ امام برہان الدین ابو

المعالی محمود بن صدر الشریعہ ابن، زہد بخاری حنفی متوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

مقول: ينبغي أن تكون الحصاة مغسولة (۲۶۲)

اور علامہ نظام الدین حنفی اور جماعت علماء ہند نے لکھا کہ

ينبغي أن تكون مغسولة (۲۶۳)

یعنی، کنکریوں کا دھوا ہونا مناسب ہے۔

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الأحد ۱۴ ذى الحجة ۱۴۲۸ھ، ۲۳ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 29-F)

تیرہ ذوالحجہ کو رمی کا وقت

استفتاء۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص

اگر تیرہ ذوالحجہ کو منیٰ میں رُک جائے اور اس پر اس تاریخ کی رمی واجب ہو جائے تو وہ کس

وقت رمی کرے کیا گیارہ اور بارہ تاریخ کی رمی کی طرح زوال کے بعد ہی رمی کر سکتا ہے؟ اس

سے قبل بھی اُسے رخصت ہے؟

(اسئلہ:)

باسمہ تعالیٰ و تفضل الجواب۔ حاجی اگر بارہ ذوالحجہ کو رمی کرے بعد

منیٰ سے جانا چاہے تو شریعت مطہرہ نے اُسے اجازت دی ہے اگرچہ غروب آفتاب کے بعد

تیرہویں تاریخ کی رمی کئے بغیر جانا صحیح قرار دیا گیا ہے۔

اور تیرہویں تاریخ کو رمی کا وقت طلوع فجر سے غروب آفتاب تک ہے مگر زوال سے

غروب تک مسنون اور اس سے قبل مکروہ ہے، چنانچہ خندوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۳ھ

لکھتے ہیں:

۲۶۲۔ المحيط البرہانی، المصنف (۳)، کتاب (۳) المسائل، الفصل الثالث تعميم غسل الحج ص ۴۰۶

۲۶۳۔ الفتاویٰ الہندیہ، المصنف (۱)، کتاب المسائل، باب الخامس في الإحرام ص ۲۳۲

رمی در روز اخیر یعنی روز سیزدهم از طلوع فجر است تا غروب شمس الا آنکہ قبل از زوال وقت کراہت است و بعد از زوال تا غروب وقت مسنون است نزد ابی حنیفہ و نزد صاحبہ جائز باشد رمی قبل الزوال و رین روز چنانچہ در روز سابل (۲۶۴)

یعنی، آخری دن تیرہویں تاریخ کوری کا وقت (تیرہویں تاریخ کی) طلوع فجر سے (اس تاریخ کے) غروب آفتاب تک ہے مگر یہ کہ امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک قبل الزوال وقت کراہت ہے اور زوال کے بعد سے غروب آفتاب تک مسنون اور (امام ابو حنیفہ کے دو شاگردوں) امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک اس روز زوال سے قبل رمی جائز نہ ہوگی جیسا کہ سابقہ دونوں (یعنی گیارہ اور بارہ تاریخ) میں (زوال سے قبل رمی ان کے نزدیک جائز نہیں)۔

اور علامہ نظام الدین حنفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

و اما وقته في اليوم الرابع فعند ابي حنيفة رحمه الله تعالى من طلوع المحر إلى غروب الشمس إلا أن ما قبل الزوال وقت مكروه، و ما بعده مسنون۔ كذا في "المحيط السرخسي" (۲۶۵) یعنی، مگر چوتھے دن کی رمی کا وقت تو امام حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک طلوع فجر سے غروب آفتاب تک ہے مگر یہ کہ زوال (آفتاب) سے قبل وقت مکروہ ہے اور اس کے بعد مسنون ہے، اسی طرح "محیط سرخسی" (۲۶۶) میں ہے۔

۲۶۴ حيلة الغروب في رتبة المحبوب، باب دهم در رمي حبل، فصل جهل م دريك وقت رمي

حبل، ص ۲۱۷

۲۶۵ العتاي الهنعية السجد (۱) كتاب المناسك، الباب الخامس في كيفية أداء الحج والكلام

في الرمي، ص ۲۳۳

۲۶۶ محيط السرخسي، كتاب الحج، باب ينفع قبل طلوع الشمس الحج الفصل الثامن، ص ۲۳۰

اور یہاں کراہت سے مراد کراہت تریجی ہے کیونکہ کراہت سفت کے مقابلے میں ہے، جیسا کہ مندرجہ بالا عبارت سے واضح ہے اور جو کراہت سفت کے مقابلے میں ہو وہ تریجی ہوتی ہے نہ کہ تریجی۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

يوم الجمعة ۱۲ دی الحجة ۱۴۲۸ھ، ۲۱ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 24 F)

رمی کے وقت طہارت کا حکم

استفتاء۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حمرات کی رمی میں پاؤں وضو ضروری ہے یا بغیر وضو کے بھی جائز ہے؟

(الاسأل:)

باسمہ تعالیٰ و تقلص الجواب۔ رمی کے لئے طہارت شرط نہیں ہے نہ ہی واجب اور نہ مسنون بلکہ مستحب ہے یعنی رمی کے لئے مستحب ہے کہ رمی کرنے والا پاؤں وضو ہو، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹنڈوی متوفی ۱۴۱۷ھ رمی کے مستحبات میں لکھتے ہیں کہ:

ویم طہارت از حدیث اصغر و اکبر (۲۶۷)

یعنی، رمی کا دوسرا مستحب یہ ہے کہ (رمی کرنے والا) حدیث اصغر (بے وضو ہونے) اور حدیث اکبر سے پاک ہو (یعنی اس پر غسل فرض نہ ہو)۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

يوم الجمعة ۱۲ دی الحجة ۱۴۲۸ھ، ۲۱ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 22-F)

نابالغ پر نہ دم شکر لازم ہے نہ دم جبر

استفتاء۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہر سال

۲۶۷ حيلة الغروب في رتبة المحبوب، باب دهم در رمي حبل، فصل دویم در شرائط صحیح رمي

حبل، ص ۲۱۴

اس گروپ میں کچھ بچے بھی اپنے والدین کے ساتھ حج کو آتے ہیں اور ان کے والدین حج تمتع کرتے ہیں اور وہ ذوالحجہ کو رمی کے بعد وہ جانور ذبح کر داتے ہیں یعنی قربانی کرتے ہیں اور اپنے بچوں کی قربانیاں بھی کرتے ہیں تو ان کے والدین پر جانور قربانی کرنا تو واجب تھا مگر بچوں کی طرف سے جانور قربان کرنا کیا ہے؟ اسی طرح بڑوں سے کوئی مجرم سرزد ہو جائے کہ جس میں ذم لازم آتا ہو تو ان کو ذم دینا لازم ہوتا ہے اور اگر وہ بھی مجرم بچوں سے سرزد ہو جائے تو کیا ان پر بھی کچھ لازم ہوگا؟

(السائل: محمد رضوان ہارون، بلیک حج و عمرہ، مکہ مکرمہ)

بِسْمِ اللَّهِ تَعَالَى وَتَقَدَّسَ الْجَوَابُ. شریعت مطہرہ نے بیشتر معاملات میں بالغ اور نابالغ میں فرق کیا ہے، ان میں سے ایک لزوم ذم ہے، ذم چاہے حج تمتع یا حج قرآن کا ہو کہ جسے ذم شکر کہا جاتا ہے یا ذم کسی مجرم کا ہو کہ جسے ذم جبر کہا جاتا ہے۔

بچے پر ذم شکر اس لئے واجب نہیں ہے کہ اس کے وجوب کی شرطوں میں سے ایک شرط بالغ ہونا ہے اور یہ شرط بچے میں مفقود ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ بن قاضی ابراہیم سندھی حنفی (۲۶۸) اور ان سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی (۲۶۹) متوفی ۱۳۵۲ھ نقل کرتے ہیں:

وشرائط وجوب الذبح: القدره عليه و صحته القربان، أو التمتع و

العقل، و البوع، و الحرية، فيثبت على المملوك الصوم لا الهدي

یعنی، ذبح کے وجوب کی شرطیں یہ ہیں: ذبح پر قدرت رکھنا ہو، صحیح

قرآن و تمتع (جب کہ ”رد المحتار“ میں صرف قرآن کا ذکر ہے)، عقل، بالغ

ہونا، آزاد ہونا، پس مملوک پر روزے واجب ہیں نہ کہ جانور ذبح کرنا۔

اور ”مبارک“ کی عبارت ”بالغ ہونا“ کے تحت مفتاح علی قاری لکھتے ہیں:

۲۶۸۔ کہب المسند مع شرحه، ص ۲۶۰

۲۶۹۔ رد المحتل علی الدر المختل، المحل (۳)، کتاب الحج، باب (۱) القرآن تحت قولہ و ذبح

نقران، ص ۲۳۶

أى لعدم الوجوب على الصبي مميّزاً أو غيره (۲۷۰)

یعنی، بچہ چاہے مجتہد اور ہو یا بے مجتہد اس پر قربانی (یعنی ذم قرآن و تمتع) واجب نہیں۔

اور بچے پر کسی حجم کے ارتکاب پر ذم جبر لازم نہ ہونے کے بارے میں علامہ علاؤ الدین حنفی متوفی ۸۸۸ھ لکھتے ہیں:

الواجب ذم على مُحَرِّمٍ بِإِلْغٍ فَلَا شَيْءَ عَلَى الصَّبِيِّ عِلَاقًا

للشافعي (۲۷۱)

یعنی، واجب ذم مجرم بالغ پر ہے پس بچے پر کوئی شی نہیں برخلاف امام شافعی کے۔

اور بچوں کی طرف سے ان کے وارث اگر کوئی قربانی کرتے ہیں تو کر سکتے ہیں اس میں کوئی ممانعت نہیں ہے اگرچہ ان پر واجب نہیں کہ وہ بچوں کی طرف سے جانور ذبح کریں مگر یہ درجہ کد وارث بچے کے پیسوں سے یہ قربانی نہیں کر سکتا کہ اس پر واجب نہیں اور اپنے پیسوں سے چاہے تو کر سکتا ہے۔ اور اگر بچے کے پیسوں سے قربانی کی تو اسے لازم ہوگا کہ بچے کے پیسے اپنے جیب سے بھرے۔

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الأحد ١٤ ذى الحجة ١٤٢٨ هـ، ٢٣ ديسمبر ٢٠٠٧ م (New 28 F)

حج میں قربانی کے لئے ٹوکن خریدنا

استفتاء کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایام حج سے قبل ایام حج میں قربانی کے ٹوکن فروخت ہوتے ہیں اور ان کی خرید کی حکومتی سطح پر ترغیب بھی دلائی جاتی ہے، اور لوگ کثیر تعداد میں یہ ٹوکن خریدتے بھی ہیں، تو قربانی کے ٹوکن خریدنا

۲۷۰۔ مسند المفتی المسند السنوٰۃ باب القرآن، فصل فی ہدی القرون و التمتع، ص ۲۶۰

۲۷۱۔ الدر المختل مع رد المحتل، المحل (۳)، کتاب (۵) الحج، باب (۳) الحديت، ص ۲۵۱

کیسا ہے جب کہ ریٹ بھی مناسب ہو؟

(السائل سید حرم رضا، مکہ مکرمہ)

بسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب حنفی مذہب میں متصحح اور قارئین حاجی کے لئے دس تاریخ کی رمی، قربانی اور حلق میں ترتیب واجب ہے یعنی پہلے حرمہ عقبہ کی رمی کرے پھر قربانی کرے اس کے بعد حلق کرے یا تقصیر اور اگر اس نے ترتیب جان بوجھ کر یا بھولے سے بدل دی یہ ترتیب کسی غدر کی بنا پر بدل گئی اگرچہ اس کے اپنے فعل سے نہ ہو بہر صورت ترکیب کی وجہ سے اس پر دم لازم آتا ہے اور یہ مسئلہ فقہ حنفی کی ہر دو کتاب میں کہ جس میں مناسک حج مذکور ہیں ہا شریح موجود ہے جیسا کہ "کتاب المسائل للعلامة رحمة الله السيد الحنفی و "مجامع المناسک و نفع المناسک" (المعروف بمناسک کبیر للعلامة رحمة الله السيد الحنفی)، المسائل المتقسط فی المناسک المتوسط للقلوی (الهروی الحنفی)، و "المسائل فی المناسک" للکرمانی الحنفی، و حواء القلوب فی زیلہ المحبوب للمخلوم محمد هاشم التوی الحنفی، و "عمیة الناسک فی عمیة المناسک"، و "المر المختار"، و "رد المختار"، و "البحر الرائق"، و "النهر الفائق"، و "مسحة الخالق"، و "الجوهرة النيرة"، و "حاشیة الطحطاوی علی الدر المختل" وغیرہا

اور جس سے حاجی نے ٹوکن خرید اور حاجی کی طرف سے دیکل بے دم سے بچنے کے لئے لازم ہے کہ وہ دیکل حاجی کے حرمہ عقبہ کی رمی کر لینے کے بعد اس کی طرف سے چار نوروز حج کرے اگر رمی سے قبل چار نوروز حج ہو گیا تو بھی ترتیب واجب کا ترک لازم آیا اور اگر حاجی نے رمی کے بعد چار نوروز حج ہونے سے قبل حلق یا تقصیر کر دئی تو بھی واجب ترتیب کا ترک تحقق ہو گیا اور حاجی پر دم لازم آگیا، ٹوکن بیچنے والے حاجی سے پیسے لے کر اسے رسید دے دیتے ہیں اور اسے وقت بتایا جاتا ہے کہ تیری قربانی فلاں وقت ہوگی اس وقت تک حاجی اگر رمی نہ کر سکا اور شید دل کے مطابق چار نوروز حج ہو گیا تو حاجی پر دم لازم آ جاتا ہے، کیونکہ ضروری نہیں حاجی

اس تاریخ کو دیئے گئے وقت سے قبل رمی کر لے، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ حاجی کو رمی میں تاخیر ہو جاتی ہے، اسی طرح حاجی نے رمی کر لی جو وقت دیا گیا تھا اس پر اس کی طرف سے چار نوروز حج نہ ہوا اور اس نے حلق کر دیا تو ترکیب ترتیب کی وجہ سے حاجی پر دم لازم ہو گیا۔

اطلاعات یہی ہیں کہ حج کی قربانی سارا سال جاری رہتی ہیں کیونکہ احناف کے علاوہ دیگر کے نزدیک یہ ترتیب واجب نہیں بلکہ سنت ہے اس لئے وہ اس کا خصوصی اہتمام نہیں کرتے، اور پھر یہ بھی کیا معلوم کہ وہ لوگ قربانی کرتے ہیں یا بالکل کرتے ہی نہیں کیونکہ اس سال یہاں کے اخبار میں ایک خبر شائع ہوئی ہے کہ چودہ ایسی کمپنیوں کی ٹانڈا بندی ہوئی ہے جو قربانی کے جعلی ٹوکن فروخت کرتی تھیں چنانچہ اخبار "اردو نیوز" میں ہے:

۱۴ کمپنیوں کے متعلق جعلی ٹوکن فروخت کرنے کے واضح ثبوت ملے

ہیں (۲۷۲)

لہذا ٹوکن پر بھروسہ کرنا دانشمندی نہیں، حاجی صاحبان کو چاہئے کہ قربانی اپنے ہاتھ سے کریں ورنہ ایسے شخص کو جو چندار ہو جسے وہ جانتے ہوں وکیل مقرر کریں اور رمی کے بعد اسے فون پر اپنی رمی ہو جانے کی اطلاع دیں اور وہ قربانی کر کے آپ کو اطلاع دے پھر آپ حلق کروائیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

يوم الثلاثاء ۲۱ دی الحجة ۱۴۲۸ھ، ۱ یایر ۲۰۰۸ م (New 37-F)

انا ج وغیرہ میں صدقہ کی جگہ قیمت ادا کرنے کے بارے میں سوال

استفتاء۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حج یا عمرہ میں جو صدقہ لازم ہو جائے اسے میں کوئی شخص جس جنس سے صدقہ لازم ہو اور نہ دے قیمت دینا چاہے مثلاً آدھا صاع گندم کی جگہ اس کی قیمت دینا چاہے تو کس جگہ کی قیمت کا اعتبار کرے جس جگہ صدقہ لازم ہوا یا جس جگہ وہ ادا کر رہا ہے؟

(السائل خرم عبدالقادر)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: صدق میں اس جگہ کی قیمت معتبر ہو گی جہاں وہ صدقہ دے رہا ہے اگر وہ حرم مکہ میں صدقہ دیتا ہے تو وہاں کی قیمت کا اعتبار ہوگا اور اگر اپنے وطن میں دیتا ہے تو اس جگہ کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

ہوم الاثون، ۶ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ، ۱۴ یاپر ۲۰۰۸ م (New 42-F)

صدقہ حدود حرم میں ادا کرنا ضروری نہیں

استفتاء۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حج و عمرہ میں اگر کسی وجہ سے صدقہ لازم ہو جائے تو صدقہ حدود حرم میں دینے میں مشکل ہو جاتی ہے تو کیا کرے صدقہ وہاں دے یا اپنے وطن آکر دے؟

(اسائل یوسف)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب یہ بات نہیں ہے کہ وہاں سختی نہیں ملے جتنا کرنے سے ایسے فقراء مل سکتے ہیں اور بہتر یہی ہے کہ صدقہ حرم کے مسکینوں کو دے کہ وہاں دینے میں ثواب زیادہ ہے ہاں اگر وہاں ایسا نہ ملے جیسے صدقہ دینا جائز ہے تو وطن واپس آکر وہاں کے فقیروں کو دے دے، چنانچہ امام برہان الدین ابو العباس محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ بخاری حنفی (۲۷۳) متوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں اور ان سے عدم نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علاء ہند (۲۷۴) کی ایک جماعت نے نقل کیا کہ:

الأفضل أن يتصدق على فقراء مكة ولو تصدق على غير

فقراء مكة جزاء

یعنی، اور افضل یہ ہے کہ وہ مکہ کے فقراء پر صدقہ کرے، اور اگر اس نے

۲۷۳۔ المسند البرہانی، المسند (۳)، کتاب (۳) المناسک الفصل الخمس، ما یحرم علی المحرم و

ما لا یحرم نوع فی لیس المسند، ص ۲۹، رقم: ۲۳۱۱

۲۷۴۔ استغوی الہدیۃ المسند (۱)، کتاب الحج، الباب الثامن فی العبادات الفصل الثالث فی حق

الشعر و قلم الاظفر، ص ۲۴۴

مکہ کے علاوہ فقراء پر صدقہ کیا تو جائز ہے، اسی طرح ”محیط“ میں ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

ہوم الثلاثاء، ۷ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ، ۱۵ یاپر ۲۰۰۸ م (New 43-F)

حنفی و شافعی مذہب میں متمتع کا حج سے قبل عمرے کرنا

استفتاء۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حج تمتع کرنے والے کے لئے پہلے عمرے کے بعد دیگر عمرے کرنا حنفی مذہب میں جائز ہے کیا شافعی مذہب میں بھی یہی حکم ہے یا نہیں کیونکہ کئی لوگ حجاج کرام کو حج میں عمرے کرنے سے منع کرتے ہیں؟

(السائل: محمد سلیم ولد احمد، لیبیک حج گروپ، مکہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: حنفی مذہب: ہمارے مذہب میں وہ متمتع جو چاہے نورس تھو نہیں لایا اس کے حق میں حج سے قبل عمرے کا کرنا جائز ہے چنانچہ علامہ حسین بن سعید عید الغنی مکی حنفی لکھتے ہیں:

قال العلامة ابن عابدین في "محة الخالق حاشية البحر الرائق" من باب التمتع ما نصه و "قد ذكر في "اللباب": أن التمتع لا يعتمر قبل الحج، قال شرحه: هذا بناء على أن المكي ممنوع من العمرة المفردة أيضاً، وقد سبق أنه غير صحيح بل إنه ممنوع من التمتع و القران و هذا التمتع آفاقي غير ممنوع من العمرة، فجاز له تكرارها لأنها عبادة مستقلة أيضاً كالطواف اه

و فی "حاشیۃ الملتنی" کن ما فی "اللباب" مسلم فی حق التمتع اللمہدی اما غیر الصائق فلا لایہ بخلاف مذہب

أصحابنا جميعاً لأن العمرة جائزة في جميع السنة بلا كراهة
إلا في خمسة أيام لا فرق في ذلك بين المكي والاقامي كما
صرح به في "النهاية" و "المبسوط" و "البحر" و أعي زاده، و
العلامة قاسم و غيره هم اهـ (۲۷۵) يلفظه قلت: فما يفعله جهلة
معلمي الغرباء من منعهم من إتيان العمرة للمتمتع الذي لم
يسبق الهدى هو على خلاف المنهج و يستب من المع
المذكور حرمان الغرباء من عبادته لها ثواب عظيم لا يتيسر
لهم فعلها في بلادهم و ربما ضاق عليهم الوقت، فلا
يمكنهم فعلها بعد نزولهم من عرفات و لا حول و لا قوة إلا
بالله العلي العظيم (۲۷۶)

یعنی، علامہ سید محمد امین ابن عابدین نے "منہج الخالق حاشیہ بحر الرائق" کے باب تمتع میں فرمایا کہ "باب" میں ذکر کیا گیا کہ تمتع حج سے قبل عمرہ نہیں کرے گا اور اس کے شارح (ملا علی قاری) نے (اس کے تحت) فرمایا کہ یہ اس بنا پر (کہا گیا) کہ کسی کو عمرہ مفردہ سے بھی روکا گیا ہے، پہلے گزرا کہ (یہ قول) درست نہیں بلکہ کسی کو تمتع اور قرآن سے روکا گیا ہے اور یہ تمتع (کہ جس کی بات ہو رہی ہے) آفاقی ہے جسے (شرعاً) عمرہ سے نہیں روکا گیا تو اس کے لئے عمرہ کا تکرار جائز ہے کیونکہ طواف کی مثل عمرہ بھی ایک مستقل عبادت ہے۔

اور "حاشیہ الدلی" میں ہے کہ جو "باب" میں ہے وہ اس تمتع کے حق میں تسلیم کیا گیا ہے جو با نور ساتھ لایا ہے مگر وہ تمتع جو با نور ساتھ نہیں

۲۷۵ منہج الخالق علی البحر الرائق السجد (۲)، کتاب الحج، باب التمتع، ص ۳۶۶

۲۷۶ و شفاء السوری اپنی مناسک السلا علی بغری، باب التمتع، فصل التمتع علی عری،

لایا اس کے حق میں تسلیم نہیں کیونکہ (یہ قول) ہمارے تمام اصحاب احناف کے مذہب کے خلاف ہے کیونکہ عمرہ پانچ دنوں کے علاوہ پورا سال بلا کراہت جائز ہے اور اس میں کسی اور آفاقی کے مابین کوئی فرق نہیں جیسا کہ اس کی تصریح صاحب نہایہ نے "نہایہ" میں، صاحب مبسوط نے "مبسوط" میں، صاحب بحر الرائق "میں اور انہی زادہ اور علامہ قاسم (بن قطلوبغا) وغیرہم نے فرمائی ہے۔

(علامہ حسین کی حنفی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ باہر سے آنے والے جاہل متعلم جو کہتے ہیں وہ مذہب (حنفی) کے خلاف ہے اور مذکورہ منع میں باہر سے آنے والے حاجیوں کو ایسی عبادت سے محروم کرنا ہے کہ جس میں عظیم ثواب ہے اور اس عبادت کو ان کے اپنے شہر میں ادا کرنا ممکن نہیں، اور بسا اوقات حاجیوں پر وقت تنگ ہوتا ہے (کہ حج کے بعد فوراً اُن کی واپسی ہوتی ہے) تو اُن کے لئے عرفات سے واپسی کے بعد اس عبادت کو بجا لانا ممکن نہیں رہتا اور حول والا بالاب اللہ العظیم۔

شافعی مذہب: شافعی مذہب میں بھی تمتع کو حج سے قبل عمرے ادا کرنے کی ممانعت نہیں ہے بلکہ عمروں کی کثرت مستحب ہے، چنانچہ امام محمد بن ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

ثم المعتمر إن كان متصفاً أقام بمكة حلالاً بفعل ما أراد فإن أراد أن يعتمر تطوعاً كان له ذلك و يستحب الإكثار من الإعتبار كما سيأتي من باب التمتع بمكة إن شاء الله تعالى (۲۷۷)

یعنی، پھر مستح اگر تمتع ہے تو مکہ میں بلا احرام ٹھہرے جو چاہے کرے پس جب نفلی عمرہ کرنے کا ارادہ ہو تو اسے عمرہ ادا کرنا جائز

۲۷۷۔ شرح الإيضاح فی المسائل مع حاشیہ سبیمی، ابواب الثلاث فی دخول مكة، ص ۱۵۷

ہے اور کثرت سے عمرے کو مستحب قرار دیا گیا ہے جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ
”باب المقام بمکہ“ میں عنقریب آئے گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم السبت ۲۸ ذی القعدة ۱۴۲۸ھ، ۸ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 06-F)

حج کے بعد کسی کام سے مدینہ طیبہ جانے والے گروپ لیڈر کے

لئے طواف وداع کا حکم

استفتاء۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم گروپ
لیڈروں کو بسا اوقات حج کے بعد فوراً گروپ کے کام سے مدینہ طیبہ بھی جانا پڑتا ہے اس
صورت میں ہمیں طواف وداع کرنا لازم ہوگا یا نہیں جب کہ ہم نے اس دن یا دوسرے پھر مکہ
لوٹنا ہوتا ہے اور لازم ہونے کی صورت میں بغیر طواف کئے چلے گئے تو ہم پر کیا لازم ہوگا؟

(السائل محمد رضوان ولد عبدالستار، لیکچرر گروپ اینڈ سرورس، مکہ المکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: طواف وداع آفاقی حاجی پر واجب
ہے مفرد ہائے حج یا متمتع یا قارن ہو، عمرہ کرنے والے آفاقی اور مکی و میقاتی حاجی پر واجب نہیں
اسی طرح وہ آفاقی جو حج کو آیا اور ثواب عرفہ نہ کر سکا اور وہ حاجی جو حج کا احرام باندھنے کے
بعد کسی وجہ سے روک لیا گیا جیسے قید یا مرض وغیرہ، اور پاگل، بچے، جنس و نفاس میں مبتلا
عورتیں جب کہ روانگی تک ان عوارض میں مبتلا رہیں ان سب پر بھی یہ طواف واجب نہیں
چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ بن عبد اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۰ھ/۹۹۲ھ لکھتے ہیں:

هو واجب على الحاج الآفاقي المفرد و المتمتع والقارن و لا

بحسب على المعتمر (أى و لو كان آفاقياً) و لا على أهل مكة

و الحرم، و الحجل، و المواقيت و قائل الحج و المحصر، و

المحزون، و الصبي و الحائض و النفساء و من نوى الإقامة
الأبدية (أى الاستيطان) بحكة قبل حل النحر الأول من أهل
الآفاق (۲۷۸)

یعنی، یہ آفاقی مفرد، متمتع اور قارن حاجی پر واجب ہے اور معتمر اگرچہ
آفاقی ہو پر واجب نہیں اور اہل مکہ، اہل حرم، اہل حل، اہل میقات اور
فارسٹ ایج، مخمر، پاگل، بچے اور جنس و نفاس والی عورتوں، اور وہ آفاقی
جو غیر اول سے قبل مکہ معظمہ میں ہمیشہ اقامت کی نیت کر لے ان سب پر
طواف وداع واجب نہیں ہے۔

اور وہ گروپ لیڈر آفاقی ہی ہوتے ہیں جب وہ حج کی ادائیگی کے بعد مدینہ طیبہ جانے
کا ارادہ کرتے ہیں تو یہ طواف اُن پر واجب ہو جاتا ہے چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی متوفی
۱۱۶۱ھ اور علماء ہند کی ایک جماعت نے لکھا:

و طواف الصلوة واجب على الحاج إذا أراد الخروج من مكة (۲۷۹)

یعنی، طواف وداع (آفاقی) حاجی پر اس وقت واجب ہے جب وہ مکہ
مظمہ سے نکلنے کا ارادہ کرے۔

آفاقی حج کے بعد جب تک مکہ مکرمہ میں ہے اس پر یہ طواف واجب نہیں اگرچہ وہ حج
کے بعد مکہ مکرمہ میں سال بھر ہی کیوں نہ رہے اُس سے اس طواف کی ادائیگی کا مطالبہ نہیں ہے
کیونکہ یہ واجب ان واجبات میں سے ہے کہ جس کا وقت مقرر نہیں اور ایسا واجب جو موقت نہ
ہو اس کا ترک خروج مکہ سے تحقیق ہوتا ہے جیسا کہ علامہ علاؤ الدین حصکلی متوفی ۱۰۸۸ھ
”تنویر البصار“ کی عبارت ”طواف وداع کے ترک پر ذمہ لازم ہے“ کے تحت لکھتے ہیں:

و لا يتحقق الترك إلا بالخروج من مكة (۲۸۰)

۲۷۸۔ كتيب المناسك (مع شرحه لنقلی)، باب طواف الصلوة، ص ۲۷۹

۲۷۹۔ الفتاویٰ الهندیة، المسند (۱)، كتيب الحج، الباب العاشر في كيفية أداء الحج، ص ۲۳۴

۲۸۰۔ الدر المنصور، ۶/۳

یعنی ترک تحقق نہیں ہوتا مگر مکہ معظمہ سے نکلنے سے۔

اس کے تحت علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۳۵۲ھ لکھتے ہیں:

لأنه ما دام فيها لم يطلألت به ما لم يرد السفر (۲۸۱)

یعنی، جب تک وہ مکہ میں ہے اس سے اس کا مطالبہ نہیں کیا جاتا جب تک وہ سفر کا ارادہ نہ کرے۔

اور اگر وہ طواف و داع کئے بغیر مکہ مکرمہ سے نکل جاتا ہے تو میقات سے گزرنے تک

اس پر واجب رہتا ہے کہ وہ اپس لوٹے اور طواف و داع کرے، چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ سندھی لکھتے ہیں:

بحسب عليه العود بلا إحرام ما لم يحاوز الميقات (۲۸۲)

یعنی، اس پر بغیر احرام کے لوٹنا واجب ہے جب تک میقات سے نہ گزرے۔

اور جب وہ میقات سے گزر جاتا ہے تو اس پر لوٹنا واجب نہیں رہتا دم واجب ہو جاتا

ہے چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ سندھی لکھتے ہیں:

وإن حاوره لم يحسب الرجوع و يحسب التيم (۲۸۳)

یعنی، اگر وہ میقات سے گزر جائے تو لوٹنا واجب نہیں دم واجب ہے۔

اور میقات سے گزرنے کے بعد اگر طواف و داع کی ادائیگی اور اپنے آپ پر واجب

دم کو ساقط کرنے کے لئے لوٹ آتا ہے تو احرام باندھ کر لوٹنا ہوگا کیونکہ جو بھی حرم میں داخل

ہونے کے ارادے سے میقات سے گزرتا ہے اس پر حج و عمرہ کا احرام باندھ کر آنا واجب ہوتا

ہے، پھر مکہ مکرمہ پہنچ کر پہلے عمرہ کا طواف کرے گا پھر طواف و داع چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ بن

عبد اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

۲۸۱۔ رد المحتار علی الدر المختار، المجلد (۳)، کتاب (۵) الحج باب (۳) الحائضۃ بحق قومه و

لا يتحقق التيم من ۶۶۵

۲۸۲۔ لیب المتاسد (مع شرحه للفقہی)، باب طواف الصلہ، فصل ۲۸۰

۲۸۳۔ لیب المتاسد (مع شرحه للفقہی)، ص ۲۸۰

فإن رجع (أي بالإحرام) بلاء بطواف العمرة ثم بالصبر (۲۸۴)

یعنی، پس اگر احرام باندھ کر لوٹ آیا تو پہلے عمرہ کا طواف کرے گا پھر طواف و داع۔

اور عمرہ ترک واجب گناہ ہے، چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ سندھی اور مولانا علی قاری لکھتے ہیں

لكن العامد آثم أي بتركه (۲۸۵)

یعنی، لیکن قاصد واجب کے ترک میں گناہگار ہے۔

اور اس صورت میں وہ گنہگار نہ رہے گا بلکہ اس کے لئے عقیقہ ہے

لازم ہوگی چنانچہ محمد و محمد ہاشم ٹھٹھوی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

چون ترک کرد بطریق محمد آثم باشد اگر چه دم و دھرم و مریض نکرود آن آثم

بغیر توبہ (۲۸۶)

یعنی، جب واجب کو جان بوجھ کر ترک کرے گا تو گناہگار ہوگا اگر چه دم

و دھرم و دھرم گناہ بغیر توبہ کے نہ اٹھے گا۔

جس دم دینے سے قصد پائے جانے کی صورت میں گناہ باقی رہتا ہے اس طرح اعادہ

کے ذریعے دم ساقط کروانے کی صورت میں بھی گنہگار باقی رہے گا جب کہ ترک واجب کا

ارتکاب قصد نہ ہو۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

يوم الخميس، ۱۸ ذی الحجة ۱۴۲۸ھ، ۲۷ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 32 F)

حل کی طرف نکلنے والے آفاقی کے لئے طواف و داع

استفتاء۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کوئی آفاقی

۲۸۴۔ لیب المتاسد، ص ۲۸۰

۲۸۵۔ المتاسد المستند فی المناسک المتوسطة باب فرائض الحج فصل فی واجباته ص ۸۰

۲۸۶۔ حجة القرب فی زیارة المحبوب، مقدمة الرسالة ص ۴۵

شخص حج ادا کرنے کے بعد طواف وداع کئے بغیر اگر جزدہ جانا چاہئے جیسا کہ عموماً آفاقی حاجیوں کو دیکھا گیا ہے کہ ان ایام میں جزدہ کا رخ کرتے ہیں تو ان پر لازم ہوگا کہ وہ طواف وداع کر کے جائیں اسی طرح کوئی آفاقی حاجی ادائیگی حج کے بعد عمرہ کا احرام باندھنے کے لئے تعیم (مسجد عائشہ) جانا ہے حالانکہ اس نے طواف وداع نہیں کیا ہوتا تو وہ حرم سے باہر جاسکتا ہے یا نہیں؟ (السائل سید حرم رضا، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: صورت مسئلہ میں جزدہ جاتے والے آفاقی حاجی پر طواف وداع واجب ہوگا اور نہ ہی تعیم یا حل کے کسی اور مقام کو عمرہ یا غیر عمرہ کے ارادے سے جانے والے پر کیونکہ یہ طواف تو صرف اس آفاقی حاجی پر واجب ہوتا ہے جب وہ موافقت خمسہ میں سے کسی میقات سے باہر جانے کا ارادہ کرے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبد اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

ولیس علی الخوارج إلی التعمیم وداع (ای طواف لہ) (۲۸۷)
یعنی طواف وداع تعیم کی طرف نکلنے والے آفاقی حاجی پر واجب نہیں ہے۔
اس کے تحت مولانا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۳ھ لکھتے ہیں:

ای مثلاً من مواضع الحل
یعنی مواضع حل کی طرف نکلنے والے پر طواف وداع نہیں مثلاً تعیم
(یعنی مصنف نے تعیم کا ذکر بطور مثال کے کیا ہے)۔

ائمہ اربعہ میں سے کسی کے نزدیک بھی ایسے شخص پر طواف وداع نہیں سوائے امام ثوری کے کوئی اس کا قائل نہیں کہ وہ ایسے شخص پر طواف وداع کو واجب قرار دیتے ہیں جیسا کہ مولانا علی قاری حنفی نے المسالك المتقطط فی المسالك المتوسط (۲۸۸) میں ذکر کیا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

يوم الجمعة ۱۹ ذی الحجة ۱۴۲۸ھ ۲۸ دسمبر ۲۰۰۷ م (New 33-F)

۲۸۷۔ کتب المسالك (مع شرحه للقرنی)، باب طواف الصدر، فصل، ص ۲۸۱

۲۸۸۔ المسالك المتقطط فی المسالك المتوسط، باب طواف الوداع، ص ۲۸۱

حج کی سعی کے بغیر مدینہ طیبہ جانا اور واپس آ کر عمرہ کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے حج کی سعی نہ کی تھی کہ اُسے مدینہ طیبہ جانا پڑ گیا وہ مدینہ طیبہ گیا واپسی میں عمرہ کا احرام باندھا اور مکہ آ کر عمرہ کیا، پھر اس طرح مدینہ طیبہ جانا پڑ گیا تو بغیر سعی کے مدینہ طیبہ چلا گیا پھر واپسی پر عمرہ کا احرام باندھ کر آیا اور عمرہ ادا کیا اس صورت میں جب کہ اس شخص پر حج کی سعی باقی تھی مذکورہ شخص کے لئے شرع مطہرہ میں کیا حکم ہے؟

(السائل محمد فتاویٰ، الفتاویٰ حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: یاد رہے کہ سعی حج کے واجبات میں سے ہے اور یہ ان واجبات میں سے ہے کہ جس کے لئے کوئی ایسا وقت مقرر نہیں کہ جس میں اسے ادا کرنا واجب ہو اور اس وقت کے نکل جانے کے بعد حاجی پر کوئی دم یا صدقہ وغیرہ لازم آتے ہوں یا اس وقت کے نکل جانے کے بعد یہ واجب ہو جائے، چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

لیس له وقت یفوت بفوته (۲۸۹)

یعنی، اس کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں کہ جس کے گزر جانے سے وہ فوت ہو جائے۔

اور سعی کے غیر مؤقت ہونے کے بارے میں امام ابو منصور محمد بن مکرم کرماتی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

لأن السعی غیر مؤقت (۲۹۰)

یعنی، کیونکہ سعی غیر مؤقت ہے۔

۲۸۹۔ رد المحتار علی الدر المختار، المحل (۳)، کتاب (۵)، الحج، باب (۳) التحلیات، تحت قوله

ولا یحقق الترتیب الخ، ص ۶۶

۲۹۰۔ المسالك فی المناسك المحل (۱)، فصل: الترتیب منه، ص ۱۷۳

لہذا سعی کے غیر مؤقت ہونے کی وجہ سے اسے جب بھی ادا کرے ادا ہو جائے گی اگرچہ بلا عذر تاخیر نہیں کرنی چاہئے کہ خلاف سنت ہے اس لئے مکروہ تنزیہی ہے چنانچہ مثلاً علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۳ھ لکھتے ہیں:

إلا أنه يكره له (۲۹۱)

یعنی، مگر یہ کہ حاجی کو سعی (الیا منحر سے) مؤخر کرنا مکروہ (تنزیہی) ہے۔

اور حاجی جب سعی کئے بغیر مکہ مکرمہ سے چلا جاتا ہے تو کو یا وہ سعی کو چھوڑ گیا کیونکہ خروج سے ترک متحقق ہو گیا اور اس پر لازم ہوا کہ جب تک وہ میقات سے نہ نکلا بلا احرام لوٹ آئے اور سعی کرے لیکن جب میقات سے نکل گیا تو اس پر دم لازم آ گیا کہ وہ حج کا ایک واجب چھوڑ کر گیا ہے لیکن اگر وہ دم نہیں دیتا اور واپس آ کر سعی کر لیتا ہے تو ترکیب سعی کا دم ساقط ہو جائے گا لیکن انعال حج کی تکمیل سے قبل احرام عمرہ سے دو عبادتوں حج و عمرہ کو جمع کرنے والے ہو گیا اس وجہ سے اس پر دم ہو گا جیسا کہ حیاۃ القلوب (۲۹۲) میں ہے۔

اس لئے اسے عمرہ کو چھوڑ کر حج کا باقی رہا ہو ایک فعل یعنی سعی کرنی ہوگی اور دم کے ساتھ عمرہ کی قضاء بھی لازم ہوگی۔

ایسے افراد کو چاہئے کہ حج کے بعد میقات سے باہر نکلنے سے قبل سعی (بشرطیکہ منی روانگی سے قبل سعی نہ کر لی ہو) اور ایک نفلی طواف کر لیا کریں تو سعی سے حج کا واجب اور نفلی طواف سے طواف وداع جو کہ ہر آفاقی حاجی پر واجب ہے ادا ہو جائے گا۔ بہتر تو یہی ہے کہ حج کی سعی طواف زیارت کے ساتھ یا منی روانگی سے قبل احرام حج کے بعد ایک نفلی طواف کے بعد کر لیں اور اعمال منی سے فراغت کے بعد پہلی فرصت میں ایک نفلی طواف کر لیا کریں کہ ان لوگوں کو خود بھی معلوم نہیں ہوتا کہ انہیں کب کسی کام میں طیبہ جانا پڑ جائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الثلاثاء ۲۲ ذی الحجة ۱۴۲۸ھ، ۱ یانیر ۲۰۰۸ م (New 36 F)

۲۹۱۔ المسائل المتقطعة فی المناسک المتوسطة باب الحلیات، فصل فی الحلیات فی السعی، ص ۲۹۳

۲۹۲۔ حجة القلوب فی زیارة المحبوب، باب دهم، فصل ششم، در بیان کھیمہ رجوع بعد قراع رمی

حاصل، ص ۲۱۲، ۲۱۳

حج کی سعی کئے بغیر مدینہ طیبہ جانے کا حکم

استفتاء۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میں حج کی سعی ابھی نہ کی تھی کہ مجھے ضروری کام سے مدینہ طیبہ جانا پڑ گیا اور میں نے وہاں سے واپسی پر عمرہ کا احرام باندھ لیا کہ احرام نہ باندھتا تو دم لازم آتا پھر اگر عمرہ ادا کیا اور اس کے بعد عمرہ کی سعی کی اب مجھ پر کیا لازم ہوگا؟

(اسما کیل محمد قنی، افتائی ٹریڈر)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب۔ صورت مسئلہ میں ایک دم لازم ہو گا چنانچہ مثلاً علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۳ھ لکھتے ہیں کہ امام شمس الدین ابو بکر محمد سرخسی حنفی نے لکھا ہے:

قال، والعمرة لا تضاف إلى الحج، والحج يضاف إلى العمرة قبل أن يعمل منهما شيئاً و بعد أن يعمل هكنا نقل عن ابن عباس رضي الله عنهما و هذا لأن الله تعالى جعل العمرة بحدية و الحج بحدية بقوله تعالى: ﴿فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ﴾ (۲۹۳) فمن أضاف الحجة إلى العمرة كان فعله موافقاً كما في القرآن، ومن أضاف العمرة إلى الحج كان مخالفاً للقرآن فكان ممتعاً من هذا الوجه (۲۹۴)

یعنی، عمرہ حج کی طرف مضاف نہیں ہوتا اور حج عمرہ کی طرف مضاف ہوتا ہے جب کہ اس نے ان دونوں میں سے کسی کے افعال میں سے کچھ ادا نہ کیا ہو اور اس وقت بھی جب کچھ افعال ادا کر لئے ہوں اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے اور یہ اس لئے کہ اللہ

۲۹۳۔ البقرة ۱۹۶/۲

۲۹۴۔ المبسوط لسرخسی، السجدة (۶)، الجزء (۴)، باب الجمع بين الإحرامين، ص ۱۶۴، ۱۶۵

تعالیٰ نے اپنی فرمانبرداری سے منع بالغزوة الى الحج کے لیے عمرہ کو ابتداء اور حج کو انتہا قرار دیا، پس جس نے حج کو عمرہ کی طرف مضاف کیا تو اس کا فعل موافق ہے جیسا کہ قرآن میں ہے اور جس نے عمرہ کو حج کی طرف مضاف کیا تو اس کا یہ فعل قرآن کے خلاف ہے پس ایسا کرنے والا اسی وجہ سے بُرا کرنے والا کہلائے گا۔

اور محمد و محمد ہاشم ٹنٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۷ھ لکھتے ہیں:

اگر شخص احرام بست عمرہ بعد از وقف قبل الحلق یا بعد از حلق قبل از طواف زیارت یا بعد از حلق و الطواف قبل از سعی بین الصفا و المردہ یا بعد الحلق و الطواف و سعی قبل رمی الجمار کہ در جمیع این صورت واجب باشد بروی رفس عمرہ نیز لازم آید بروی دم بواسطہ رفس و اگر رفس مکرر واجب آید بروی دم بواسطہ جمع میان دو نسک پس معلوم شد کہ آنچه کثیر التوقع می شود در اہل مکہ کہ احرام می بندند برای عمرہ قبل از آنکہ سعی نماید برای حج پس واجب آید بر ایشان دم بواسطہ جمع بین النسکین کما صرح بذلك الشيخ علي القلبي و حبيب الدين المرشدی فی شرحیہما علی المنسک المتوسط (۲۹۵)

یعنی، اگر کوئی شخص وقف و طواف کے بعد حلق سے قبل یا حلق کے بعد طواف زیارت سے قبل یا حلق و طواف کے بعد صفا و مردہ کے، بین سعی سے قبل یا حلق و طواف و سعی کے بعد رمی جمار سے قبل عمرہ کا احرام باندھا تو ان تمام صورتوں میں اُسے عمرہ کا احرام توڑنا لازم ہے اور اس پر (عمرہ کا) احرام توڑنے کا دم (اور عمرہ کی قضاء) لازم ہوگی اور اگر عمرہ کا احرام نہ توڑے تو بھی اس پر دو نسک کو جمع کرنے کی وجہ سے دم لازم ہو گا۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ وہ جو اہل مکہ میں کثیر التوقع ہے کہ سعی ادا

کرنے سے قبل عمرہ کا احرام باندھ لیتے ہیں تو دو نسک جمع ہونے کی وجہ سے ان پر دم لازم آتا ہے۔ اسی طرح ملا علی قاری اور شیخ حنیف الدین مرشدی نے "المنسک المتوسط" پر اپنی اپنی شرح میں اس کی تصریح کی ہے۔

يوم الأربعاء ۸ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ، ۱۶ مایہ ۲۰۰۸ م (New 44 F)

خلاف قانون چھپ کر رہنے والوں کی نماز کا حکم

استفتاء کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کچھ لوگ عمرہ کے دین پر عمرہ کے لئے جاتے ہیں اور مدت دیر ختم ہونے کے بعد واپس نہیں آتے حج کے لئے رک جاتے ہیں، وہاں چھپ کر رہتے ہیں انہیں ڈر ہوتا ہے کہ پکڑے گئے تو واپس کر دیئے جائیں گے، اس صورت میں وہ دہریہ پوری پڑھیں گے یا قصر کریں گے؟

(السائل)

بسمہ تعالیٰ و قدس الجواب: صورت مسئلہ میں وہ لوگ قصر کریں گے کیونکہ اقامت کی نیت صحیح ہونے میں سے ایک شرط اقامت کرنے والا کا مستقل ہر رائے ہونا بھی ہے اور ان لوگوں میں یہ شرط مفقود ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو خود معلوم نہیں کہ یہ کتنے دن یہاں رہیں گے کیونکہ یہ لوگ جانتے ہیں کہ جس دن بھی حکومت کو ان کی غیر قانونی موجودگی کا علم ہوا واپس لوٹا دیئے جائیں گے اور حقیقت بھی یہی ہے غیر قانونی مقیم جب بھی پکڑ لئے جاتے ہیں تو انہیں وطن واپس کر دیا جاتا ہے۔ لہذا مدت اقامت کا انہیں علم نہ ہونے کی وجہ سے یہ لوگ مسافر ہی رہیں گے اگرچہ خود ان کا چند دن سے زیادہ رہنے کا ارادہ ہو، چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

الأصل من يمكنه الإقامة باختياره بصير مقبلاً بنية نفسه و من

لا يمكنه الإقامة لا بصير مقبلاً بنية نفسه (۲۹۶)

یعنی اصل یہ ہے کہ جسے اپنے اختیار کے ساتھ اقامت ممکن ہو تو وہ اقامت کی اپنی نیت کرنے سے وہ مقیم ہو جائے گا اور جسے اپنے اختیار کے ساتھ اقامت ممکن نہ ہو وہ نیت اقامت کرے تو مقیم نہ ہوگا۔

ہاں اگر کسی طرح سے ان کو غلبہ ظن ہو جائے کہ انہیں پندرہ دن یا اس سے زائد کا موقع مل جائے گا تو اقامت کی نیت درست ہو جائے گی، چنانچہ لکھتے ہیں:

و يَكْفِي فِي ذَلِكَ الْقَصْدُ غَلْبَةُ الظَّنِّ بِعَمَى إِذَا غَلَبَ عَلَى ظَنِّهِ أَنَّهُ يَصَافِرُ فَصَرَّحَ لَا يَشْتَرُطُ فِيهِ التَّيَقُّنُ كَذَا فِي "التَّبَيُّنِ" (۲۹۷)
یعنی اس قصد میں غلبہ ظن کافی ہے یعنی جب اس کا غالب گمان یہ ہو کہ وہ سفر کرے گا تو قصر کرے اور اس میں یقین ہونا شرط نہیں، اس طرح "تبيين الحقائق" میں ہے۔

اور ان لوگوں کو غلبہ ظن حاصل ہونے کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں جیسے کہ اُسے معلوم ہے کہ وہ ایسی جگہ رہتا ہے جہاں سے غالب یہی ہے کہ وہ پکڑا نہیں جاسکتا یا وہ پیام آگئے جن میں اُسے معلوم ہے کہ اب حکومت نہیں پکڑتی یا حکومت نے اعلان کر دیا کہ ایسے لوگ کسی کارروائی کے تحت حج کے لئے رک سکتے ہیں یا اُسے علم ہو کہ ان ایام میں غیر قانونی طور پر رکنے والے پکڑے بھی جائیں تو وہ اپس نہیں لوٹائے جاتے وغیرہ۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

يوم الاثنين، ٦ محرم الحرام ١٤٢٩ هـ، ١٤ يناير ٢٠٠٨ م (New 41 F)

مواجهہ اقدس پر ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا

استفتاء۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زائرین جب حضور سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں سلام عرض کرنے کی غرض سے حاضر ہو تو ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو یا ہاتھ چھوڑ کر؟ مشاہدہ یہ ہے کہ وہاں پر موجود کارندے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونے سے

رہتے ہیں، اور اگر وہ درہ کیس تو اس صورت میں زائر کو کیا کرنا چاہئے؟ پھر ہاتھ باندھ لے یا ہاتھ کھول کر کھڑا ہو جائے اور فقہاء کرام ہاتھ باندھنے اور کھولنے کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ ہا حوالہ ذکر کریں، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

(السائل محمد عرفان خیاٹی، الفتاویٰ حج و عمرہ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقداً من الجواب۔ فقہاء کرام نے مواجہہ اقدس پر ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے کو ادب قرار دیا ہے کیونکہ وہ لوگ جو ہاتھ باندھنے سے منع کرتے ہیں وہ بھی یہی لکھتے ہیں کہ اس بارگاہ میں ادب کے ساتھ کھڑا ہو، چنانچہ ان کے مولوی عبد العزیز بن عبد اللہ بن ہارون نے لکھا ہے کہ

اور نبی ﷺ کی قبر (انور) کے سامنے ادب کے ساتھ کھڑا ہو جائے اور دبی آواز سے آپ پر اس طرح سلام کرے۔ سائح (۲۹۸)

اسی طرح ظلال بن احمد العقیل کے تحریر کردہ رسالہ "رہنمائے حج و عمرہ" میں ہے پھر نبی کریم ﷺ کی قبر کے پاس جائے اور اس کی طرف ادب و احترام اور پست آواز سے ساتھ اس طرح سلام کرے۔ سائح (۲۹۹)

اسی طرح سلسلہ ارشادات للہجہ و المحترمین میں چھپنے والے چوتھے رسالہ میں ہے:

ثم يسبق زيارته بركبته والسلام عليه وعلى صاحبه بأدب و بحفظ صوت و لا يحوز رفع الأصوات عند قبره ﷺ الخ (۳۰۰)
یعنی، پھر مسنون ہے کہ آپ ﷺ کے روحنہ انور کی زیارت کرے اور آپ اور آپ کے اصحاب (حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما) کی بارگاہ میں ادب اور دبی آواز سے سلام عرض کرے اور آپ ﷺ کی قبر انور پر آوازیں بلند کرنا جائز نہیں۔

۲۹۸۔ حج و عمرہ اور زیارت کے مسائل کی تحقیق فتح فصل مسجد نبوی کی زیارت کل بیان ص ۱۷

۲۹۹۔ رہنمائے حج و عمرہ زیارت مسجد نبوی کا طریقہ، ص ۳۹

۳۰۰۔ الحج و العمرة مع أدعية معتبرة، إشارات لزيارة مسجد الرسول ﷺ، ص ۷۴

مندرجہ بالا تین عبارات میں سے ایک میں ادب سے کھڑا ہونا اور دو میں ادب و احترام کے ساتھ سلام پیش کرنے کی تصریح ہے، اور ساری دنیا جانتی ہے کہ سینہ تان کر کھڑے ہونے کو ادب کے ساتھ کھڑا ہونا نہیں کہا جاتا بلکہ عکساً ری سے کھڑے ہونے کو ادب کے ساتھ کھڑا ہونا کہتے ہیں اور اہل اسلام کے عرف میں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا ادب سے کھڑا ہونا کہلاتا ہے جب ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا ادب و احترام کے ساتھ کھڑا ہونا ہے اور اس بارگاہ میں ادب و احترام کے ساتھ کھڑے ہونے کا حکم ہے تو ظاہر ہے کہ زائر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوگا اور سلام عرض کرے گا۔

اور زائرین جانتے ہیں کہ ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے نہیں دیا جاتا جب کہ ہاتھ باندھنے والوں پر بے اوقات سختی بھی کی جاتی ہے خصوصاً جب کوئی شخص آگے کھڑا ہو تو اسے ہاتھ باندھنے نہیں دیا جاتے، ایسی صورت میں ہم زائر کو یہی حکم دیں گے کہ اگر ہاتھ باندھنے نہ دیئے جائیں تو ہاتھ کھول دے کہ اس بارگاہ کا ادب یہی ہے کہ ہاں کسی قسم کی مزاحمت نہ کی جائے اور آئندہ آگے آ کر کھڑے ہونے سے احتراز کرے پیچھے یا درمیان میں کھڑا ہونا کہ ادب و احترام کے ساتھ بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں کچھ دیر سلام کا ذکر نہ پیش کر سکے، لیکن ہم ان روکنے والوں سے یہ پوچھنے کا حق ضرور رکھتے ہیں کہ کیوں منع کرتے ہو؟ کیا آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں اتنی کاہتھ باندھ کر کھڑا ہونا شرک ہے اگر شرک ہے تو مطلب یہ ہوا کہ ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا عبادت ہو اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی بھی عبادت جائز نہیں، اگر یہی قاعدہ و اصول ہے پھر تو ہر وہ شخص جو ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو بلا تامل کہا جائے گا کہ یہ عبادت کر رہا ہے کیا اس وجہ سے کہ نماز میں حالت قیام میں ہاتھ باندھے جاتے ہیں اگر یہی وجہ ہو تو نماز میں تو نمازی رکوع میں جھکتا بھی ہے پھر تو جس شخص کو بھی جھکتے دیکھو سمجھ لو کہ عبادت میں ہے اور اگر کسی چیز کو اٹھانے کے لئے جھکتا دیکھو تو بلا سوچ و بچار کے کہہ دو کہ یہ شرک کر رہا ہے، اور نماز میں حالت قعدہ میں نمازی دو زانو ہو کر بھی بیٹھتا ہے پھر جس شخص کو بھی اس طرح بیٹھے دیکھو کہہ دو کہ عبادت کر رہا ہے اگر طالب العلم استاد کے آگے دو زانو بیٹھ قرآن پڑھ رہا

ہے تو کہہ دو کہ شرک کر رہا ہے حالانکہ ایسا بالکل بھی نہیں ہے، اس لئے ضروری ہے کہ پہلے عبادت کو سمجھا جائے کہ عبادت کسے کہتے ہیں تاکہ تحقیق شرک کا فیصلہ دینے میں آسانی رہے۔
تغیث و تفسیر کی عام کتب میں ایک ہی معنی ملتا ہے **فَقَصَى عَائِدَةَ الْخَضْوَعِ وَ التَّذَلُّلِ** یعنی حد درجہ کی عاجزی اور انکساری، مفسرین اس کی مثال سجدہ سے دیتے ہیں حالانکہ صرف سجدہ ہی عبادت نہیں بلکہ حالت نماز میں تمام حرکات و سکنات عبادت ہیں، ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا، رکوع کے بعد ہاتھ چھوڑ کر کھڑے ہونا، سجدہ اور اس کے بعد حالت التختیات میں دو زانو بیٹھنا، سلام کے لئے دائیں بائیں منہ پھیرنا، یہ سب عبادت ہیں، اگر عبادت صرف تذلل و انکسار کے آخری مرتبہ کا نام ہے اور یہ آخری مرتبہ سجدہ ہی ہے تو کیا باقی چیزیں عبادت نہیں، اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، اور اگر یہ ساری چیزیں مطلقاً عبادت ہیں تو اگر کوئی شاگرد اپنے استاد کے سامنے اور بیٹا اپنے باپ کے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھتا ہے یا ان کی آمد پر کھڑا ہو جاتا ہے تو کیا یہ کہنا درست ہوگا کہ اس نے اپنے استاد یا باپ کی عبادت کی اور ان کو معبود بنا یا ہرگز نہیں۔ پھر دیکھنا یہ ہے کہ وہ کوئی چیز ہے جو ان حرکات و سکنات کو اگر نماز میں ہوں تو عبادت بنا دیتی ہے اور یوں کھڑے ہونے کو (ہاتھ باندھے یا کھولے ہوئے) اور اس طرح بیٹھنے کو اور دائیں بائیں منہ پھرنے کو تذلل کے آخری مرتبہ پر پہنچا دیتی ہے۔ اور اگر یہی امور نماز سے خارج ہوں تو یہ ان کی غایت خضوع ہے اور نہ یہ عبادت تصور رہوتے ہیں تو اس کا تمیز ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ جس ذات کے لئے اور جس کے سامنے یہ افعال کئے جا رہے ہیں اس کے متعلق کرنے والے کا کیا عقیدہ ہے، اگر اس کو اللہ اور معبود یقین کرتا ہے تو یہ سب اعمال عبادت ہیں اور سب میں غایت تذلل و خضوع پایا جاتا ہے لیکن اگر اس کو عہد اور بندہ سمجھتا ہے نہ خدا، نہ خدا کا بیٹا، نہ اس کی بیوی، نہ اس کا اوتا ر تو یہ اعمال عبادت نہیں کہلاتے۔ ہاں ان کو احترام ارجال اور تعظیم کہا جاسکتا ہے، البتہ شریعت محمدیہ علیہ التمام والثناء میں غیر خدا کے لئے سجدہ تعظیمی بھی ممنوع ہے، الخ۔

یہ سمجھ لینے کے بعد اب بات خود بخود واضح ہو گئی کہ بارگاہ رسالت علیہ التمام والثناء میں

دست بستہ سلام عرض کرنے کی غرض سے کھڑا ہونے والا شخص ہاتھ باندھنے کی وجہ سے نہ عبادت کرنے والہ کہلائے گا، اور نہ ہی اس کا یہ فعل شرک قرار پائے گا اور نہ ہی اس کے اس فعل کو غلامتِ تذلل و خضوع کہا جاسکتا ہے کیونکہ انتہی ہاتھ باندھ کر جب عرض کرتا ہے: السلام علیک یا رسول اللہ، السلام علیک یا حبیب اللہ تو عبادت کی نفی ہوگئی جب عبادت کی نفی ہوگئی تو شرک خود بخود مستحی ہو گیا، اس لئے کہ وہ جس ذات کے لئے پا جس کی بارگاہ میں ہاتھ باندھے کھڑا ہے اُس ذات کو وہ "اے اللہ کے رسول، اے اللہ کی نبی، اے اللہ کے حبیب" کہہ کر مخاطب ہو رہا ہے تو کھڑے ہونے والے کا یہ عقیدہ ہے کہ یہ اللہ کے رسول ہیں اللہ کے نبی ہیں نہ یہ کہ معاذ اللہ وہ خدا ہیں یا خدا کا بیٹا یا اس کا اوتار ہے۔ لہذا انتہی اس عقیدہ پر جو بھی فعل بھی لائے، جو بھی عمل کرے اُسے عبادت کا نام نہیں دیا جاسکتا حتیٰ کہ خدا نخواستہ اگر کوئی سجدہ بھی کر لے تو عبادت کرنے والہ قرار نہیں دیا جائے گا اور اس کا سجدہ تعظیسی کہلائے گا اور شریعت مطہرہ میں سجدہ تعظیسی کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے اس کے مرتکب کو روکا جائے گا، شرک قرار نہیں دیا جاسکتا، وہ سخت گنہگار ہوگا مگر ایمان سے خارج نہیں ہوگا، ایمان سے خارج تب ہوتا جب معبود سمجھ کر سجدہ کرتا اور اس بارگاہ میں آنے والے کوئی شخص بھی یہ اعتقاد نہیں رکھتا کیونکہ اس کا حضور ﷺ کو "یا رسول اللہ" کہہ کر مخاطب کرنا، اس بات کی دلیل ہے کہ یہ شرک نہیں کر رہا؟

باقی رہی یہ بات کہ اُسے اگر بدعت کہا جائے تو انہیں کی تعریف کے مطابق یہ ہوگا حضور ﷺ نے ایسا نہیں کیا اس لئے یہ فعل بدعت ہے اور ایسا ممکن نہیں کیونکہ حضور ﷺ سے اُن کی اپنی ذات اور اپنی قبر انور کے لئے اس فعل کی دلیل کا پایا جانا ممکنات میں سے نہیں، اور حضور ﷺ کے دیگر صحابہ و شہداء کے مزارات پر کھڑے ہونے کی کیفیت کو یہاں فرق مراتب کی وجہ سے بطور دلیل ذکر نہیں کیا جاسکتا اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے افعال کو اگر سنت میں شامل اور بدعت سے خارج مان لیا جائے تو صحابہ کرام کے مواجہہ اقدس پر کھڑے ہونے کی کیفیت کو صحت کے ساتھ ثابت نہیں کیا جاسکتا اور اگر ثابت بھی ہو اور اس میں ارسال ہو تو اس

سے ہاتھ باندھنے کی نفی لازم نہیں آتی اور ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے سے مرفعت مردی نہیں ہے اور اگر مردی ہو تو صحت کے ساتھ ثابت نہیں اور اگر صحت کے ساتھ ثابت بھی ہو تو بھی کسی فعل کے حرام ہونے کے لئے قول صحابی کافی نہیں۔ اور اگر قول رسول ہو اور صحت کے ساتھ ثابت ہو تو بھی کافی نہیں کیونکہ خیر واحد ہے اور خیر واحد ثبوت حرمت میں کفایت نہیں کرتی جیسا کہ اصول فقہ سے معمولی شغف رکھنے والے پر یہ سب مخفی نہیں ہے۔

اور یہ بات بھی سب پر عیاں ہے کہ فعل کسی دلیل کا محتاج نہیں ہوتا منع کے ثبوت کے لئے دلیل کا ہونا ضروری ہوتا ہے اور پھر یہ فعل ایسا ہے کہ جس پر امت کا تعامل قدیم سے جاری ہے اور مذاہب اربعہ کے مقتدر فقہاء کرام کی تصریحات موجود ہیں جب کہ عدم فعل اور منع پر نہ تعامل امت ہے اور نہ ہی مذاہب اربعہ کے فقہاء کی تصریحات چنانچہ فقہ حنفی میں مناسک حج و عمرہ کی مشہور مستند کتاب "کتاب المناسک و عباد المناسک" کے مصنف علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۰ ۹۹۳ ۹۹۶ ھ رحمۃ اللعالمین علیہ کی بارگاہ میں حاضری کی کیفیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ثم توجه مع رعاية غاية الأدب فقام تحاة الوجه الشريف متوصعاً حاصعاً محشعاً مع النلة والانكسار والخشية والوقر والهيبة والافتقار عاضاً الطرف مكفوف الحوارح فارع القلب واصعاً يمينه على شماله (أي تأذياً على حال إجلاله.

القاری) مستقبلاً للوجه الكريم مستقبلاً للقبلة الح (۳۰۱) یعنی، پھر رعلت ادب کے ساتھ دل سے نحو جہہ ہو اور چہرہ اقدس کے سامنے تذلل و انکسار، خشیت و وقار، ہیبت و انکسار کے ساتھ تواضع، خضوع و خشوع کرتے ہوئے آنکھیں بند کئے، اپنے اعضاء کو بے حرکت کرتے ہوئے اپنے دل کو (اپنے مقصود کے ماسوا سے) فارغ کر کے اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھے ہوئے (یعنی نبی ﷺ کے حالیہ احوال

کے ادب کے مطابق ہاتھ باندھے (حضور ﷺ کے چہرہ اقدس کی طرف منہ اور قبلہ کو پیٹھ کئے کھڑا ہو۔

ملا علی قاری حنفی علامہ رحمت اللہ سندھی کے قول کہ قبلہ کی جانب اپنی پشت کئے کھڑا ہو کہ ٹھیک لکھتے ہیں:

لأن المقام يقتضي هذه الحالة (۳۰۲)

یعنی، کیونکہ یہ مقام اسی کا تقاضا کرتا ہے کہ حضور ﷺ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو۔

اور علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

و يسبق له في حال وقوفه و جلوسه أن يصح بيمينه على يساره

كما في الصلاة بأن يقبض بيمينه كوع يساره (۳۰۳)

یعنی، (حضور ﷺ کی بارگاہ) کھڑے ہونے اور بیٹھنے کی حالت میں چاہئے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے جیسا کہ نماز میں، اس طرح کہ اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کی کلائی پکڑے۔

اور محمد دوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

چوں قارغ شود از حمد و ثناء و دعا تہجد یہ کند تو بدہا پس باید کہ بیای یہ بسوئے
قبر شریف ﷺ مع رعایت غایت ادب و خضوع و خشوع بسیار و تواضع و
انکساری اور قار پس باید بعد چشم پوشیدہ و منہ کند اعھد، خود را از حرکت و قارغ
علائق یہ قلب خود را از وسوس و علائق، و بدہند دست راست بر دست
چپ خود چنانکہ در نماز و بل بعد در وقت زیارت مستقبل وجہ شریف
آنحضرت ﷺ مستند بر قبلہ و هو المستحب عند الأئمة الأربعة كما

۳۰۶۔ المسند الحنفی، ص ۵۵۸

۳۰۷۔ حاشیہ العلامة ابن حجر العسقلانی علی شرح لإيضاح فی مناسك الحج لمالك الملاس فی رملہ

قبر سيدنا مولانا رسول الله ﷺ، ص ۴۸۸

صريح به ابن جماعة و غيره (۳۰۴)

یعنی، جب حمد و ثناء اور دعا سے قارغ ہو تو نئے سرے سے توبہ کرے پھر
قبر انور ﷺ کی طرف پورے ادب اور بہت خشوع و خضوع اور عاجزی و
انکساری اور وقار کے ساتھ آئے پس آنکھیں بند کئے اپنے اعھد، کو کسی
قسم کی حرکت سے روکے اپنے دل کو وسوس و علائق سے خالی کئے نماز کی
طرح ہاتھ باندھے دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھے کھڑا ہو اور زیارت کے
وقت آنحضرت ﷺ کے زرخ انور کی طرف (اینا) منہ اور قبلہ کی جانب
(اپنی) پشت کئے کھڑا ہو اور رائے ار بعد کے نزدیک یہی مستحب ہے جیسا
کہ ابن جماعہ وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے۔

اور علامہ نظام الدین حنفی اور سند کے مقتدر علماء کی جماعت نے متفقہ طور پر لکھا کہ

يقف كما يقف في الصلاة (۳۰۵)

یعنی، حضور ﷺ کی بارگاہ میں ایسے کھڑا ہو جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے۔

اور اسی طرح علامہ عبداللہ بن محمود موصلی حنفی متوفی ۶۸۳ھ لکھتے ہیں:

يقف كما يقف في الصلاة (۳۰۶)

یعنی، حضور ﷺ کی بارگاہ میں ایسے کھڑا ہو کہ جیسے نماز کی حالت میں کھڑا
ہوتا ہے۔

ظاہر ہے کہ نماز میں قیام اس حال میں ہوتا ہے کہ نمازی ہاتھ باندھے ہوئے ہوتا ہے تو
اس مقام پر بھی ہاتھ باندھے کر کھڑا ہوگا کیونکہ حضور ﷺ اس کے حال سے واقف اور اس کی
حرکات و سکناات کا مشہد فرماتے ہیں چنانچہ شیخ احمد بن محمد الخطیب قسطلانی شافعی متوفی ۹۲۳ھ

۳۰۴۔ حلیۃ الغدوب فی زیارة المحبوب، باب جہرہم فی زیارة زیارات حضرت سید المرسلین، فصل

و ۱۰، ص ۳۰۴

۳۰۵۔ الفتاویٰ الہندیہ، المسند (۱)، کتب الحج، حاشیہ فی زیارة قبر النبی ﷺ، ص ۲۶۵

۳۰۶۔ کتب الإختیار لتعلیل المحتل، المسند، (۱)، الجزء (۱)، کتب الحج، فصل فی احکام زیارة

المسجد النبوی فی زیارة قبر النبی ﷺ، ص ۲۲۲

”مواہب لدنیہ“ میں نیز دیگر ائمہ فرماتے ہیں:

لا فرق بین موتہ و حیاتہ تختہ فی مشاہدۃ لأمته و معرفۃ
بأحوالہم و بناتہم و عزائمہم و عواطرہم و ذلك صدہ جلی
لا یخفاء بہ

یعنی، حضور اقدس ﷺ کی حیات و دو قات میں اس بات میں کچھ فرق
نہیں کہ وہ اپنی اُمت کو دیکھ رہے ہیں اور ان کی حالتوں، ان کی نیوٹوں،
ان کے ارادوں، ان کے دلوں کے خیالوں کو پہچانتے ہیں اور یہ سب
حضور پر ایسا روشن ہے جس میں اصل پوشیدگی نہیں۔ بحوالہ مغل مطبوعہ مصر،
صفحہ ۲۱۵ (۳۰۷)

اور علامہ رحمۃ اللہ سندھی ”طبیب“ میں اور علامہ علی قاری حنفی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

بأنہ علوہ الصلاة والسلام عالم بحصورك و قیامك و سلامك
أی ہل بجميع أفعالك و أحوالك و برتحالك و مقامك و كانه
حاضر جالس بلا اٹك (۳۰۸)

یعنی، اس طرح کہ آپ ﷺ تیری حاضری اور تیرے کھڑے ہونے
اور تیرے سلام (لاما علی قاری فرماتے ہیں) بلکہ تیرے تمام افعال،
احوال، ارتحال (مقام کوچ) اور کھڑے ہونے سے آگاہ ہیں گویا کہ
آپ ﷺ تیرے سامنے جلوہ افروز ہیں۔

اور علامہ نظام الدین حنفی اور مقتدر علماء ہند کی جماعت نے لکھا،

و یحثل صورۃ الکریمۃ البھیة کانه نائم فی لحده عالم بہ
یسمع کلامہ کذا، فی ”الاختیار شرح المختار“ (۳۰۹)

۳۰۷۔ الحج، مدینہ طیبہ، چاندی کی کتب، ص ۱۸۱

۳۰۸۔ السنن المتفقہ فی السنن المتفقہ، باب اولہ سیر المرسین ﷺ فصل و لو برخہ فی

الربیع، ص ۵۵۹

۳۰۹۔ الفتاویٰ الہندیہ ۱/ ۲۶۵

یعنی، اور (زائر نبی ﷺ کی) روشنی صورت مبارکہ کا تصور کرے گویا کہ
آپ اپنی مبارک لحد میں آرام فرما ہیں، اور اُسے (یعنی زائر کو) جانتے
ہیں اور اس کے کلام کو سماعت فرما رہے ہیں، اسی طرح ”الاختیار شرح
المختار“ (۳۱۰) میں ہے۔

اور شیخ محمد متولی شعرادی لکھتے ہیں:

فہم فی حیاة لا نعلم کنہہا، و لکننا أخبر عہا (۳۱۱)
یعنی، پس آپ حیات میں ہم اس کی کتنی کو نہیں جانتے لیکن ہمیں اُن کی
حیات کی خبر دی گئی ہے۔

بہر حال زائر اس مقام پر یوں کھڑا ہوگا کہ آپ ﷺ اُسے مشاہدہ فرما رہے ہیں، اور جو
اس حقیقت کا بتہ کو مد نظر رکھتے ہوئے کھڑا ہوگا اس کی کیا کیفیت ہوگی اس کے ادب کا عالم کیا
ہوگا۔ یہ اہل محبت پر پوشیدہ نہیں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الخميس، ذی الحجة ۱۴۲۸ھ، ۳ یایر ۲۰۰۸ م (New 38-F)

مواجهة اقدس پر حاضری اور تحیۃ المسجد

استفتاء کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ فقہاء کرام
نے لکھا ہے کہ بعدینہ طیبہ آمد کے بعد زائر کو چاہئے کہ پہلے مسجد نبوی شریف میں دو رکعت تحیۃ المسجد
ادا کرے پھر مواجهة اقدس پر سلام کے لئے حاضر ہو، اب اگر کسی شخص کو ہاب جبریل سے داخل
ہونے کا موقع میسر آجائے یا وہ باب البقیع سے داخل ہو تو اس صورت میں اُسے کیا کرنا چاہئے؟

(السائل: خرم عبدالقادر)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب۔ علماء کرام نے مسجد نبوی میں دو

۳۱۰۔ کتب الاختیار لتعلیل المحتوی، ۱/ ۲۲۷

۳۱۱۔ الحج الاکبر، ریتۃ المسجد النبوی، ص ۱۷۷

رکعت نفل ادا کرنے کا حکم دیا ہے بشرطیکہ مکہ و وقت نہ ہو کیونکہ نبی ﷺ کی مبارک عادت تھی کہ سفر سے تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں جلوہ افروز ہوتے اور دو رکعت نماز ادا فرماتے پھر کاشانہ اقدس کو تشریف لے جاتے۔ اور علماء کرام نے باب جبریل سے داخل ہونے کو افضل قرار دیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت جبریل امین علیہ السلام حضور سرور عالم ﷺ کی بارگاہ میں اسی جگہ سے حاضر ہوتے تھے چنانچہ محمد و محمد ہاشم ٹھنڈی حنفی متوفی ۱۷۱۱ھ لکھتے ہیں۔

داخل شود در مسجد از باب جبرئیل یا از باب دیگر مثل باب السلام یا غیر آن و عمل امر و واقع است بر دخول از باب السلام افضل آن است کہ دخول نماید از باب جبرئیل زیرا کہ داخل می شدے جبرئیل علیہ السلام بر پیغمبر خدا ﷺ بنفس نفس خود در مسجد از دے بواسطہ بودن دے اقرب ابواب مسجد بسوئے خانہ نهایے او ﷺ (۳۱۲)

یعنی مسجد میں باب جبریل یا کسی اور دروازے سے داخل ہو جیسے باب السلام سے یا اس کے سوا کسی اور دروازے سے، اور آج کل باب السلام سے مسجد شریف میں داخل ہونے کا معمول ہے لیکن افضل یہ ہے کہ باب جبریل سے داخل ہو کیونکہ جبریل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں بنفس نفس خود مسجد میں اسی دروازے سے داخل ہوتے اس لئے کہ مسجد کے دروازوں میں سے یہی دروازہ آپ ﷺ کے دولت کدہ سے زیادہ قریب ہے۔

اور لکھتے ہیں:

پس چون داخل شد قصد کند اولاً مقام روضہ مقدسہ برائے اداء رکعتیں تحمید مسجد در آنجا و روضہ عبارت است از مکانے کے واقع است مابین منبر و قبر شریف کہ فرمودہ است پیغمبر خدا ﷺ در حق دے کہ همّا یبئین منبری و قبری روضۃ من ریاض الخبۃ (۳۱۳)

یعنی پس جب داخل ہو تو اولاً روضہ مقدسہ کی جگہ (یعنی ریاض الجنۃ) کا قصد کرے وہاں دو رکعت تحمید المسجد اداء کرنے کی غرض سے اور روضہ اس جگہ سے عبارت ہے جو منبر اور قبر شریف کے مابین واقع ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے حق میں ارشاد فرمایا کہ ”میرے منبر اور قبر کے مابین جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔“

اور باب جبریل یا باب یقیق سے داخل ہونے کی صورت میں ریاض الجنۃ کو حجرہ شریفہ کی پشت سے جائے چنانچہ لکھتے ہیں:

پس اگر داخل شدہ باشد از باب جبرئیل بہتر آنست کہ قصد کند روضہ کریمہ از نہایت حجرہ شریفہ تا زویش و زیرا کہ لازم می آید عبور از پیش حجرہ مشرفہ بسوئے روضہ مقدسہ بغیر سلام زیارت (۳۱۴)

یعنی پس اگر باب جبریل سے داخل ہوا تو بہتر ہے کہ حجرہ شریفہ کی پچھلی طرف سے روضہ کریم (یعنی ریاض الجنۃ) کا قصد کرے نہ کہ سامنے سے کیونکہ حجرہ شریفہ کے سامنے سے گزر کر ریاض الجنۃ کو جانے میں سلام زیارت کے بغیر گزرنا لازم آئے گا۔

و باید کہ دریں حال ملازمت نماید با خضوع و ہیبت و تواضع و مسکنت و احتیال نہ نماید بطر کردن بسوئے دیوار ہا و قصد بہا و پردہا و امثال آن پس ادا کرد در روضہ کعبین تحیت را (۳۱۵)

یعنی اس حال میں چاہئے کہ خضوع، ہیبت، تواضع اور سکون کو لازماً اختیار کرے اور دیواروں، قندیلوں اور پردوں اور ان کی مثل کو دیکھنے میں مشغول نہ ہو پس ریاض الجنۃ میں دو رکعت تحمید المسجد ادا کرے۔

اسی طرح علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی نے ”شہاب المناسک“ میں اور مثلاً علی قاری نے

اس کی شرح "المسلك المتعسط" (۳۱۶) میں لکھا ہے۔

اور اگر باہر جبریل سے داخل ہونے کی صورت میں آگے راستہ بند ہو یا وہاں بقیع سے داخل ہو اور مواجہ اقدس سے گزرنے پر تو اس صورت میں بھی علماء کرام نے لکھا ہے کہ دو رکعت تحیۃ المسجد ترک نہ کرے مگر مواجہ اقدس سے گزرتے وقت وہاں تھوڑی دیر کھڑا ہو کر سہم عرض کرے پھر ریاض الجنۃ اور جگہ بصرہ آئے تو مسجد شریف میں کسی اور جگہ بہتر ہے کہ قدیم مسجد النبی ﷺ میں دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کر کے حاضری کے لئے واپس آئے۔ چنانچہ محمد و محمد ہاشم ٹھنڈوی حنفی لکھتے ہیں:

تقدیم کند تحیۃ مسجد را بر زیارت اگر چہ واقع گرد و عبور از پیش مواجہ شریف ولیکن درین صورت باید کہ توقف قلیل نماید مقابل وجہ شریف و سلام گوید بر آنحضرت ﷺ بعد از ان بیاید بسوئے روضہ برائے رکعتین تحیت بعد از ان باز رجوع نماید برائے زیارت بطریق کمال (۳۱۷)

یعنی تحیت المسجد کو زیارت پر مقدم کرے اگر چہ مواجہ شریف کے سامنے سے اس کا گزر ہو لیکن اس صورت میں زبائح انور کے سامنے تھوڑی دیر قیام کرے اور آپ ﷺ کی بارگاہ میں سلام عرض کرے اس کے بعد ریاض الجنۃ میں آئے اور دو رکعت تحیت ادا کرے پھر زیارت کے لئے بطریق کمال واپس لوٹے۔

دو رکعت تحیت المسجد کی تقدیم کی وجہ بیان کرتے ہوئے مثلاً علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۳ھ لکھتے ہیں:

تعظيماً لله و تقليداً لحقه على حق رسولہ كما يقتضى ترتيب حقوق الربوبية و العبودية (۳۱۸)

۳۱۶۔ المسلك المتعسط في المناسك المتوسطة باب زيارة سيد المرسلين، فصل ولو توجه إلى الزبلة، ص ۵۵۲

۳۱۷۔ حجة القلوب في زيارة المحبوب، ص ۳۰۳

۳۱۸۔ المسلك المتعسط في المناسك المتوسطة، باب زيارة سيد المرسلين، فصل ولو توجه إلى الزبلة، ص ۵۵۷

یعنی، (دو رکعت نماز تحیۃ المسجد پہلے پڑھے) اللہ عزوجل کی تعظیم اور اس کے حق کے رسول کے حق پر مقدم ہونے کی وجہ سے جیسا کہ ربو بیت اور عبودیت کے حقوق کی ترتیب کا یہی تقاضا ہے۔

اور علماء کرام فرماتے ہیں اگر نماز یا سنن رواتب کے فوت ہونے کا خطرہ ہو تو دو رکعت تحیۃ المسجد تو چھوڑ دے کہ تحیت ان کے ضمن میں حاصل ہو جاتی ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی اور مثلاً علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و إن أقيمت المكتوبة أو خيف فوتها بدأ بها و حصلت التحية بها أي في ضمنها (۳۱۹)

یعنی، اگر جماعت قائم ہو جائے یا فرض نماز کے فوت ہونے کا خطرہ ہو تو فرض شروع کرے اور تحیت اس کے ضمن میں حاصل ہو جائے گی۔ اور محمد و محمد ہاشم ٹھنڈوی حنفی لکھتے ہیں:

اگر خوف داشته باشد از فوت جماعت یا فوت سنتے از رواتب ترک کند برائے اور رکعتیں را حاصل گرد و در ضمن آنها (۳۲۰)

یعنی، اگر جماعت یا سنن رواتب کے فوت ہونے کا خوف ہو تو ان کے لئے دو رکعت کو چھوڑ دے کہ تحیت ان کے ضمن میں حاصل ہو جائے گی۔

اسی طرح اگر ایسا وقت ہو کہ جس وقت نماز پڑھنا ممنوع ہو یا نوافل پڑھنا مکروہ ہو تو اس صورت میں بھی تحیت المسجد نہیں پڑھے گا۔

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم السبت، ۴ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ، ۱۲ یایر ۲۰۰۸ م (New 39-F)

۳۱۹۔ آداب المناسك مع شرحه للفتوى، ص ۵۵۸

۳۲۰۔ حجة القلوب في زيارة المحبوب، باب جهل دهم در زيارت سيد المرسلين، فصل اول، ص ۳۰۳

تأخذ ومراجع

- 1- اردو نيوز، جلد، جمعہ ۲۶ ذو الحجة ۱۴۲۸ھ، مطابق ۲۸ دسمبر ۲۰۰۷م
- 2- إرشاد السارى إلى مناسك الملا على الطارى - للملكى، حسين بن محمد سعيد عبد الغنى الحنفى، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۹ھ - ۱۹۹۸م
- 3- البحر الرائق (شرح كنز الدقائق) - لابن نجيم، زين الدين بن إبراهيم بن محمد المهرى الحنفى (ت ۹۷۰ھ) أيج أيم سعيدى كمينى، كراتشى
- 4- البحر العميق في مناسك المعتمر والحاج إلى بيت الله العتيق، لابن الضياء محمد بن أحمد المكي الحنفى (ت ۸۵۴ھ) تحقيق عبدالله نذير أحمد عبدالرحمن مزي، مؤسسة الريان، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۷ھ - ۲۰۰۶م
- 5- بدائع الصنائع في ترتيب الفرائع - للكاظمي، علاؤ الدين أبي بكر بن مسعود الحنفى (ت ۵۸۷ھ) تحقيق و تعليق على محمد معوض و عادل احمد، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۸ھ - ۱۹۹۷م
- 6- بهار شريعت - للأعظمي، محمد أحمد على الحنفى (ت ۱۳۶۷ھ) شير برادرز، لاهور
- 7- تاريخ مكة المكرمة - مكتبة الملك فهد الوطنية، الطبعة الأولى ۱۴۲۳ھ - ۲۰۰۲م
- 8- تحفة الفقهاء - للمصرفي، محمد بن أحمد الحنفى (ت ۵۳۹ھ) دار الفكر، بيروت ۱۴۲۲ھ - ۲۰۰۲م
- 9- تقريرات الرافعي على رد المحتار - للعلامة عبدالقادر الحنفى دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۰ھ - ۲۰۰۰م
- 10- جامع الرموز - للفهستاني، شمس الدين محمد الخراساني (ت ۹۶۲ھ أو ۹۰۰) أيج أيم سعيد كمينى، كراتشى
- 11- جمع المسالك و نفع المسالك للسندى، المعنوم رحمة الله بن عبدالله الحنفى (ت ۹۹۰/۹۹۴/۹۹۶ھ) المطبعة المحمودية القسطنطينية ۱۲۸۹ھ
- 12- الجوهرية الثرة (شرح مختصر القنوري) - للجلادي، أبي بكر بن علي الحنفى

- (ت ۸۰۰ھ) مير محمد ككب حقه، كراتشى
- 13- حاشية علامة ابن حجر الهيتمي (على شرح الإيضاح في مناسك الحج) - تحقيق عبدالمنعم إبراهيم، مكتبة نزل مصطفى الهاز، مكة المكرمة، الطبعة الثانية ۱۴۲۷ھ - ۲۰۰۶م
 - 14- الحج - للعلامة محمد سليمان أشرف الحنفى، قطب مدونه پبلشرز، كراچی
 - 15- الحج الأكبر - للشعراني، الشيخ محمد متولي، المكتبة المصرية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۷ھ - ۲۰۰۶م
 - 16- حج عمره وزياراته، مطبوعات علمي تحقيقات وزارت اسلامي امور و أوقاف و دعوت إرشاد، سعودى عرب، ۱۴۲۸ھ
 - 17- حج كے مسائل مع زیارات حرمین - للمفتي عبدالواحد القادري الحنفى، مكتبة نوريه رضويه، فيصل آباد
 - 18- حبة القلوب في زيارة المحبوب - للسندى، المعنوم محمد هاشم السندى الحنفى (ت ۱۱۷۴ھ) إدارة المعارف، كراتشى ۱۳۹۱ھ
 - 19- الثر المختار (شرح توير الأبصار) - للحصكفى، علاؤ الدين محمد بن علي الحصنى الحنفى (ت ۱۰۸۸ھ) تحقيق عبدالعزیز طعمه الحلبي، دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۰ھ - ۲۰۰۰م
 - 20- رد المحتار على الثر المختار - للشاشي، محمد أمين بن عمر ابن العائدين الحنفى (ت ۱۲۵۲ھ) دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۰ھ - ۲۰۰۰م
 - 21- رهنماي حج و عمره - مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر ۱۴۲۳ھ
 - 22- السنن الكبرى للبيهقي - أبي بكر أحمد بن حسين الشافعي (ت ۴۵۸ھ) تحقيق محمد عبد القادر عطاء، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۰ھ - ۱۹۹۹م
 - 23- متن الدار لفتى - علي بن عمر (ت ۲۸۵ھ) تحقيق محسن بن منصور، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۷ھ - ۱۹۹۶م
 - 24- شرح الإيضاح في مناسك الحج (مع حاشيته للهيتمي) - للنووي أبي زكريا يحيى بن شرف الشافعي (ت ۶۷۶ھ) تحقيق عبدالمنعم إبراهيم، مكتبة نزل مصطفى الهاز

- مكة المكرمة، الطبعة الثانية ١٤٢٧ هـ - ٢٠٠١ م
- 25- شرح صحيح مسلم - للنووي، يحيى بن شرف اللبشقي الشافعي (ت ٦٧٦ هـ)، تحقيق محمد فواد عبد الباقي، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢١ هـ - ٢٠٠٠ م
- 26- صحيح البخاري - للإمام محمد بن إسماعيل الخطيب (ت ٢٥٦ هـ)، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٩ هـ - ١٩٩٨ م
- 27- صحيح مسلم - للإمام مسلم بن الحجاج القشيري النيسابوري (ت ٢٦١ هـ)، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢١ هـ - ٢٠٠١ م
- 28- صفة الحج والعمرة - سلسلة إرشادات للحاج والمعتمر، الرسالة الرابعة المملكة العربية السعودية، الطبعة التاسعة ١٤٢٧ هـ
- 29- الفتاوى السراجية - للأومسي، مراج الدين علي بن عثمان الحنفي (ت ٥٦٩ هـ)، مير محمد كتب حقه كراتشي
- 30- الفتاوى الهندية - لجماعة علماء الهند، دار المعرفة بيروت، الطبعة الثالثة ١٣٩٣ هـ - ١٩٧٣ م
- 31- فتح القدير - لابن الهمام، كمال الدين محمد بن عبد الواحد الحنفي (ت ٨٦١ هـ)، مركز أهل السنة بركات رضا، الطبعة الأولى ١٤٢٥ هـ - ٢٠٠٤ م
- 32- كتاب الإحتيا لتعليل المختار - للموصلي، عبد الله بن محمود الحنفي (ت ٦٨٣ هـ)، تعليق خالد عبد الرحمن العلك، دار المعرفة بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٣ هـ - ٢٠٠٢ م
- 33- أبواب المناسك وأبواب المعالك (مع شرحه للفتاوى) - للمستدلى، المعلوم رحمة الله بن عبد الله الحنفي (ت ٩٩٠/٩٩٤/٩٩٦ هـ)، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٩ هـ - ١٩٩٥ م
- 34- المبسوط - للإمام المرعشي، شمس الدين أبو بكر محمد بن أحمد بن أبي سهل الحنفي (ت ٤٩٠ هـ)، دار الفكر، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٠ هـ - ٢٠٠٠ م
- 35- مجامع المناسك ونفع الناسك - للمستدلى، المعلوم محمد رحمة الله بن عبد الله الحنفي (ت ٩٩٤ هـ)، مدرسه نقشبندية أفغانستان

- 36- مجمع الزوائد ومنيع الفوائد - للشيشي، نور الدين علي بن أبي بكر المصري (ت ٨٠٧ هـ)، تحقيق محمد عبد القادر أحمد عطه، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٢ هـ - ٢٠٠١ م
- 37- المحيط البرهاني - للبخاري، أبي المعالي محمود بن صدر الشريعة بن مازة الحنفي (ت ٦١٦ هـ)، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراتشي ١٤٢٤ هـ - ٢٠٠٤ م
- 38- المسالك في المناسك - للكرماني، أبي منصور محمد بن مكرم بن شعبان الحنفي (ت ٥٩٧ هـ)، تحقيق الدكتور سعود بن إبراهيم، دار البشائر الإسلامية بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٤ هـ - ٢٠٠٣ م
- 39- المستدرک علی الصحیحین - للحاكم، أبي عبد الله النيسابوري (ت ٤٠٥ هـ)، دار المعرفة بيروت، الطبعة الثانية ١٤٢٧ هـ - ٢٠٠٦ م
- 40- المسلك العتق في المناسك العتوسط - للفتاوى، نور الدين علي بن محمد سلطان الهروي الحنفي (ت ١٠١٤ هـ)، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٩ هـ - ١٩٩٨ م
- 41- الحسنة للإمام أحمد بن حنبل الشيباني (ت ٢٤١ هـ)، المكتبة الإسلامية، بيروت
- 42- المصنف لابن أبي شيبة - عبد الله بن محمد الكوفي (ت ٢٣٥ هـ)، تعليق محمد سعيد اللحام، دار الفكر، بيروت ١٤١٤ هـ - ١٩٩٤ م
- 43- المعجم الأوسط - للطبراني، أبي القاسم سليمان بن أحمد (ت ٣٦٠ هـ)، تحقيق محمد حسن محمد حسن إسماعيل الشافعي، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٠ هـ - ١٩٩١ م
- 44- منحة الخالق على البحر الرائق - القاسمي، السيد محمد أمين ابن عابدين الحنفي (ت ١٢٥٢ هـ)، أبيهم سعيد كهن، كراتشي
- 45- النهاية شرح بداية المحتلى للمرخياني - برهان الدين أبي الحسن علي بن أبي بكر الحنفي (ت ٥٩٣ هـ)، دار الأرقم، بيروت

توجہ فرمائیے

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان

کی ہدیہ شائع شدہ کُتب

کہی ان کہی زکوٰۃ کی اہمیت

عصمت نبوی ﷺ کا بیان

رمضان المبارک معزز مہمان یا محترم میزبان؟

میلا دابن کثیر - مسائل خزائن العرفان

عید الاضحیٰ کے فضائل اور مسائل

امام احمد رضا قادری رضوی، حنفی رحمۃ اللہ علیہ مخالفین کی نظر میں

حضرت علامہ مولانا

مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

کی تالیفات میں سے

عورتوں کے ایام خاص میں نماز اور روزے کا شرعی حکم

تخلیق پاکستان میں علماء اہلسنت کا کردار،

فتاویٰ حج و عمرہ، طلاق ثلاثہ کا شرعی حکم

ضبط تولید کی شرعی حیثیت (برتھ کنٹرول پر جامع تحریر)

ان کتب خانوں پر دستیاب ہیں

مکتبہ برکات المدینہ، بہار شریعت مسجد، بہادر آباد، کراچی

مکتبہ غوثیہ ہوسیل، پرانی سبزی منڈی نزد عسکری پارک، کراچی

ضیاء الدین پبلی کیشنز، نزد شہید مسجد، کھارادر، کراچی

مکتبہ انوار القرآن، مبین مسجد مصلح الدین گارڈن، کراچی (حنیف بھائی انٹوٹی والے)

مکتبہ فیض القرآن، قاسم سینٹر، اردو بازار، کراچی، 2217776

رابطے کے لئے: 021-2439799، 0321-3885445

نوٹ !!

- ☆..... حکومت پاکستان کی طرف سے مئی آرڈر فیس میں اضافے کی وجہ سے آپ کو سہولت دی گئی ہے کہ آپ ایک مئی آرڈر پر ایک سے زیادہ ممبران کی فیس ایک ساتھ بھیج سکتے ہیں۔
- ☆..... ممبر شپ حاصل کرنے کے لئے علیحدہ فارم کی ضرورت نہیں، آپ اسی فارم کو بھر کر بھیج سکتے ہیں۔
- ☆..... زیادہ ممبران ہونے کی صورت میں اس فارم کی فوٹوکاپی بھی استعمال کی جا سکتی ہے۔
- ☆..... تمام ممبران کو مطلع کیا جاتا ہے کہ فارم جلد از جلد پُر کر کے روانہ کر دیں زیادہ تاخیر کی صورت میں کتاب نہ ملنے پر شکایت قابل قبول نہ ہوگی۔
- ☆..... اپنا ایڈریس مکمل اور صاف تحریر کر کے روانہ کریں ورنہ ممبر شپ حاصل نہ ہونے پر ادارہ ذمہ دار نہ ہوگا۔
- ☆..... کسی بھی ماہ کتاب نہ ملنے کی صورت میں فوری طور پر ادارے کے دفتر پر رجوع کریں۔
- ☆..... پرانے ممبران خط کے علاوہ مئی آرڈر پر بھی اپنا ممبر شپ نمبر ضرور تحریر کریں۔
- ☆..... اپنا رابطہ نمبر بھی ضرور تحریر کریں۔

محترم انعام جناب..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان نے اپنے سلسلہ مفت اشاعت کے تحت ہر ماہ ایک مفت کتاب شائع کرتی ہے جو کہ پاکستان بھر میں بذریعہ ڈاک بھیجی جاتی ہے گزشتہ دنوں جمعیت نے سال ۲۰۰۹ کے لئے اپنے سلسلہ مفت اشاعت کی نئی پالیسی کا اعلان کیا ہے جس کے تحت 2009ء کے لئے وہی فیس پر قرار رکھی گئی ہے جو کہ گزشتہ کئی سالوں سے چل رہی ہے یعنی صرف -50/- روپے مرالانہ۔

اس خط کے ذریعے آپ سے اتنا سہا ہے کہ آپ اس خط کے آخر میں دیئے ہوئے فارم پر اپنا مکمل نام اور پتہ خوشخط لکھ کر مئی آرڈر کے ساتھ ارسال کر دیں تاکہ آپ کو نئے سال کے لئے جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان کے سلسلہ مفت اشاعت کا ممبر بنا لیا جائے۔ صرف اور صرف مئی آرڈر کے ذریعے بھیجی جانے والی رقم قابل قبول ہو گی، خط کے ذریعے نقد رقم بھیجے والے حضرات کو ممبر شپ جاری نہیں کی جائے گی۔ البتہ کراچی کے رہائشی بلڈوسرے جو حضرات دینی طور پر فخر میں آرڈر جمع کرنا چاہیں تو وہ روزانہ شام 4 بجے سے رات 12 بجے تک رابطہ کر سکتے ہیں، ممبر شپ فارم جمع کروانے کی آخری تاریخ 20 جنوری ہے۔ 20 جنوری 2009ء تک وصول ہونے والے ممبر شپ فارم ہر سال کی پوری 12 کتابیں ارسال کی جائیں گی البتہ اس کے بعد وصول ہونے والے ممبر شپ فارم پر بھیجے کے اعتبار سے ہر درج ایک ایک کتاب کم ارسال کی جائے گی مثلاً اگر کسی کا فارم فروری 2009ء میں موصول ہوا تو اسے 11 کتابیں اور اگر کسی کا مارجن موصول ہوا تو اسے 10 کتابیں ارسال کی جائیں گی۔

نوٹ: اپنا نام پتہ، سہا ممبر شپ نمبر اور پیریل نمبر (مئی آرڈر اور فارم دونوں پر) اردو زبان میں نہایت خوشخط اور خوب واضح لکھیں تاکہ کتابیں بروقت اور آسانی کے ساتھ آپ تک پہنچ سکیں۔ نیز پرانے ممبران کو خط لکھنا ضروری نہیں بلکہ مئی آرڈر پر اپنا موجودہ ممبر شپ نمبر لکھ کر روانہ کر دیں اور خط لکھنے والے حضرات جس نام سے مئی آرڈر بھیجیں خط بھی اسی نام سے روانہ کریں۔ مئی آرڈر میں اپنا فون نمبر ضرور تحریر کریں۔

نوٹ: کسی بھی کتاب نہ پہنچنے کی صورت میں خط لکھتے وقت اس سال ملنے والی کتابوں کا تذکرہ ضرور کریں تاکہ جس پریشانی نہ ہو۔

ہمارا چغل ایڈریس یہ ہے:

فقط

سید محمد طاہر نعیمی

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان

شعبہ نشر و اشاعت 021-2439799

فون مسجد کافذی بازار، ٹنڈوالہوار، کراچی۔ 74000

نام..... ولدیت.....

مکمل پتہ.....

فون نمبر..... سہا پیریل نمبر.....

دفتری استعمال کے لئے

تاریخ..... پیریل نمبر..... ممبر شپ نمبر.....